کیا جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو اثر انداز ہوا تھا؟

حقیقت یا فسانہ؟

پرانے دور کے تاریخ داں بھی
عجب قصے روایت کر گئے ہیں
فسانوں کو حقیقت کا لبادہ
اوڑھا کر وہ حکایت کر گئے ہیں

تحقیق و ترتیب
قاضی عبدالدائم دائمؔ

ناشر
بزم صدریہ، اسلام آباد

اَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ٥

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا٥

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا٥

(قرآن مجید، سورہ فرقان، آیات ۸،۹)

اور کہا ظالموں نے (اے مسلمانو!) تم تو ایک ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔

دیکھ لو (اے نبی!) یہ لوگ تمہارے لئے کس قسم کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ یہ گمراہ ہو چکے ہیں اور صحیح راستے پر چلنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

حقیقت یا فسانہ؟

یعنی

قرآن وسنت، اصول حدیث، اسماء الرجال اور عقل سلیم کی روشنی میں ان روایات کا تحقیقی تجزیہ جن میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا اور آپ کچھ مدت تک اس کے زیر اثر رہے تھے۔

تحقیق و ترتیب

قاضی عبدالدائم دائم

سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ، مجددیہ، ہری پور ہزارہ

Scanned by CamScanner

نام مقالہ	حقیقت یا فسانہ؟
تحقیق و ترتیب	قاضی عبدالدائم دائم
ایڈیشن	پہلا ایڈیشن مارچ ۱۹۹۸ء دوسرا ایڈیشن جون ۱۹۹۸ء تیسرا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۹۸ء چوتھا ایڈیشن جون ۲۰۰۱ء
کمپوزنگ	محمد بشیر، صدریہ کمپیوٹرز، ہری پور فون نمبر 610787
پروف ریڈنگ	قاضی عابد الدائم عابد
پرنٹنگ	پاور پرنٹرز، آسامائی گیٹ، پشاور شہر
تعداد	500
ہدیہ	=/20 روپے

ملنے کا پتہ

خانقاہ نقشبندیہ، مجددیہ، صدریہ، ہری پور ہزارہ، فون نمبر 0995-3132

قاضی عبد الدائم صاحب
0995-627070-

0995-614949-627070

0331-5005322

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

وَلَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی٥ کے بنیادی نظریے کو جس خوبصورت، دلنشین، مدلل اور مسکت طریق پر جناب صاحب سیرت ''سیدالوریٰ'' نے بیان فرمایا ہے وہ بلاشبہ ذخیرہ کتب سیرت میں ایسا گراں قدر اضافہ ہے جس کی نظیر ہماری ڈیڑھ سو سالہ علمی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اگرچہ اجمالی طور پر بعض اکابرین نے روایات سحر کی صحت سے انکار کیا ہے مگر علم درایت و روایت کے مسلمات کے تناظر میں ایک مستقل، مربوط، عام فہم اور جامع کاوش حضرت علامہ قاضی عبدالدائم دائمؔ صاحب مدظلہ العالی کا خاصہ ہے جس کے لئے یقیناً انہیں بارگاہ بے کس پناہ سرورِ عالم ﷺ سے خصوصی عطایا حاصل ہوئی ہیں۔ وگرنہ ۱۵۰۰ سالہ ''مسلمہ'' مسئلے پر تحقیق کرنا تو درکنار اس کی صحت کے بارے میں سوچنا بھی ہماری ''علمی روایات'' کے خلاف ہے۔

جَزَاهُ اللهُ اَحۡسَنَ الۡجَزَاْ وَرَفَعَ دَرَجَاتِهٖ فِیۡ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ بِهٰذِهٖ الۡخِدۡمَةِ الۡعَظِیۡمَةِ

بِحُرۡمَةِ سَیِّدِالۡوَرٰی صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ٥

ڈاکٹر حافظ پرنسپل محمد سلیم

گورنمنٹ ولایت حسین کالج، ملتان

۲۵/ مارچ ۲۰۰۱ء

جادو کی کہانی ----- روایات کی زبانی

قارئین کرام! روایات میں آیا ہے کہ جانِ دو عالم ﷺ پر جادو کیا گیا تھا اور آپ ﷺ کچھ عرصہ تک اس کے زیر اثر رہے تھے۔ آئندہ صفحات میں ان روایات کا تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے مگر اس سے پہلے انہی روایات سے ترتیب دی گئی جادو کی کہانی پڑھ لیجئے!

''رسول اللہ ﷺ جب حدیبیہ سے ذی الحجہ میں واپس تشریف لائے اور محرم کا مہینہ داخل ہو گیا تو جو یہودی منافقانہ طور پر اسلام قبول کر کے مدینہ میں رہ گئے تھے' ان کے اکابرین لبید ابن اعصم منافق کے پاس آئے۔ لبید قبیلہ بنی زریق کا حلیف تھا اور جادو کا بہت بڑا ماہر تھا۔ بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا مگر اندر سے پکا یہودی تھا۔ یہودی اکابرین نے اس سے کہا کہ ہم نے محمد پر بارہا جادو کیا اور مردوں عورتوں نے بڑھ چڑھ کر اس کام میں حصہ لیا مگر افسوس کہ تمام کوششیں رائگاں گئیں اور محمد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اب ہم تمہارے پاس آئے ہیں کیونکہ تم ہم سب سے بڑے جادوگر ہو اور اس بات سے بھی بخوبی واقف ہو کہ محمد نے ہمارے ساتھ کیا کچھ کیا ہے۔ وہ نہ صرف ہمارے دین کی مخالفت کرتا ہے' بلکہ اس نے ہمارے متعدد افراد قتل کر دئے ہیں اور بہت سوں کو جلاوطن کر کے طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار کر دیا ہے۔ اب تم محمد پر کوئی ایسا زوردار جادو کرو کہ وہ اس کو کمزور و ناتواں کر دے۔ اس کے عوض ہم تم کو معقول رقم دیں گے۔

آخر تین دینار پر معاملہ طے ہو گیا اور لبید نے جادو کرنے کی ہامی بھر لی۔'' (۱)

لبید کو جادو کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور آپ ﷺ کی زیر استعمال کنگھی کے چند دندانے چاہئے تھے۔ ان کو حاصل کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ

''ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ یہودیوں نے اس کے ساتھ خفیہ رابطہ کیا اور مسلسل کوششوں سے اس کو اس بات پر آمادہ کرنے پر کامیاب ہو گئے کہ وہ یہ چیزیں مہیا کر دے گا۔

---

(۱) ابن سعد' جلد ۲' صفحہ ۴۔

چنانچہ اس نے آپ ﷺ کے سر کے بال اور کنگھی کے دندانے لاکر ان کے حوالے کر دیئے۔"(۱)

جادو میں ضرورت پڑنے والی تمام اشیاء مہیا ہوگئیں تو اکثر روایات کے مطابق خود لبید نے اور بعض روایتوں کے مطابق لبید کی بہنوں نے جو لبید سے بھی دو ہاتھ آگے تھیں' ان چیزوں پر پھونکیں مار کر اور گانٹھیں لگا کر جادو کیا اور پھر ان کو ایک کنویں میں پتھر کے نیچے دبا دیا۔(۲)

جادو کے اثرات جلد ہی ظاہر ہونے شروع ہو گئے----کیا آثار ظہور پذیر ہوئے-----؟ ذرا دل تھام کر سنئے!

ا-- جو کام نہیں کیا ہوتا تھا اس کے بارے میں خیال کرنے لگتے تھے کہ میں کر چکا ہوں۔(۳)

ب-- عورتوں' یعنی بیویوں کے پاس جانا چاہتے تھے مگر نہیں جا پاتے تھے۔(۴)

ج-- کسی چیز کو دیکھتے تھے تو وہ پہلی نظر میں آپ کو کچھ اور طرح دکھائی دیتی تھی' پھر جب بغور دیکھتے تھے تب اس کو پہچان پاتے تھے۔(۵)

د-- کھانا پینا چھوٹ گیا تھا۔(۶)

ھ-- سر کے بال جھڑ گئے تھے۔(۷)

و-- بدن روز بروز گھلتا چلا جا رہا تھا مگر آپ کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ مجھے ہو کیا گیا ہے۔(۸)

ز-- صحابہ کرام آپ کی عیادت کے لئے آنے لگے تھے۔(۹)

یہ حالت آپ کی کتنی مدت رہی --؟ چند روز' چالیس دن' چھ مہینے ----مختلف روایات ہیں' مگر اسماعیلی اور امام احمد کی روایت کے مطابق پورا سال آپ کی یہی کیفیت

(۱) تفسیر ابن کثیر' ج ۴' ص ۵۷۴ (۲) ابن سعد' ۲/۲' ص ۵ (۳) صحیح بخاری' ج ۲' ص ۸۵۷ (۴) صحیح بخاری' ج ۲' ص ۸۵۸ (۵) فتح الباری' ج ۲۱' ص ۳۵۸ (۶) ابن سعد' ۲/۲' ص ۵ (۷) تفسیر ابن کثیر' ج ۴' ص ۵۷۴ د (۸) تفسیر ابن کثیر' ج ۴' ص ۵۷۴ (۹) ابن سعد' ۲/۲' ص ۴۔

رہی۔حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ سال والی روایت چونکہ سند کے اعتبار سے متصل ہے اس لئے اسی پر اعتماد کیا جائے گا۔(۱)

پہلے آپ ﷺ ان اثرات کو بیماری کا نتیجہ سمجھتے رہے اور فصد کھلواتے رہے مگر افاقہ نہ ہوا۔(۲)

غرضیکہ پورے ایک سال تک اس کرب واذیت سے دوچار رہنے کے بعد ایک رات آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھے تو آپ نے بار بار دعا کی۔ پھر جب آپ محو استراحت تھے----یا نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھے----تو انسانی شکل میں دو فرشتوں کو دیکھا۔ یہ دونوں جبریلؑ اور میکائیلؑ تھے۔ان میں سے ایک آپ ﷺ کے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پائینتی۔ پھر ایک نے آپ ﷺ کے بارے میں سوالات کرنے شروع کر دیئے اور دوسرا جواب دیتا گیا۔

''انہیں کیا ہوا ہے۔؟''

''ان پر جادو کیا گیا ہے۔''

''کس نے کیا ہے۔؟''

''لبید ابن اعصم یہودی نے۔''

''کس چیز میں۔؟''

''نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں۔''

''پھر اس کو کہاں رکھا ہے۔؟''

''ذروان یا ذی اروان نامی کنویں میں ایک پتھر کے نیچے۔''

''اب اس کا توڑ کیا ہو۔؟''

''یہ کہ کنویں کا پانی نکالا جائے اور پتھر ہٹا کر جادو والا خوشہ باہر نکال دیا جائے۔''

(۱) فتح الباری، ج۲۱، ص۳۵۷ (۲) فتح الباری، ج۲۱، ص۳۶۰۔

مکالمہ ختم ہوُا اور فرشتے پرواز کر گئے۔(۱)

اس مشاہدے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت عمار اور حضرت زبیر ؓ کو بلایا۔(۲) بعض روایات میں زہیر ابن ایاس زرقی ؓ اور قیس بن محصن زرقی ؓ کا بھی ذکر ہے۔(۳) اور ان کو بنی زریق کے باغ میں واقع ذروان نامی کنویں سے جادو والی اشیاء نکالنے کے لئے بھیجا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ خود بھی اس جگہ کا معائنہ کرنے تشریف لے گئے اور واپس آ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود بتایا کہ اس کنویں کا پانی ایسا ہے جیسے اس میں مہندی گھولی گئی ہو (یعنی گہرا سرخ) اور اس کے درخت ایسے کریہہ المنظر ہیں جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔(۴)

جو صحابہ جادو والی چیزیں نکالنے کے لئے بھیجے گئے تھے انہوں نے حسبِ ارشاد کنویں کا پانی نکال کر اس میں رکھے ہوئے بھاری پتھر کو اُٹھایا تو نیچے سے کھجور کے خوشے کا غلاف برآمد ہوُا جس میں رسول اللہ ﷺ کے بال اور کنگھی کے دندانے موجود تھے۔ نیز اس میں موم کا بنایا ہوُا رسول اللہ ﷺ کا مجسمہ تھا جس میں سوئیاں کھبی ہوئی تھیں اور ایک تانت تھی جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ مومی مجسمے سے سوئیاں نکالی جانے لگیں تو جونہی کوئی سوئی نکلتی، ابتداء میں آپ کو درد ہوتا مگر بعد میں راحت محسوس ہوتی۔ تانت کی گرہیں کھولنے لگے تو جبریل امین سورہ فلق اور سورہ ناس لے کر نازل ہوئے اور انہیں پڑھ کر گرہیں کھولنے کا کہا۔ ان سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں اور گیارہ ہی گرہیں تھیں۔ چنانچہ جونہی ایک آیت پڑھی جاتی، ایک گرہ کھل جاتی۔ جب تمام گرہیں کھل گئیں اور مجسمے سے سوئیاں بھی ایک ایک کر کے نکال لی گئیں تو رسول اللہ ﷺ سحر کے اثر سے نکل گئے اور یوں ہلکے پھلکے ہو گئے جیسے رسی کی بندشوں سے آزاد ہو گئے ہوں۔(۵)

لبید اندر سے اگرچہ یہودی تھا مگر بظاہر مسلمان بنا ہوُا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے جادو کے کرتوت سے مطلع کر دیا ہے، بتا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ دیناروں کی محبت نے مجھے اس کام پر اکسایا۔ آپ ﷺ نے اس کو کوئی

---

(۱) ابن سعد، ۲/۲، ص ۵ (۲) تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۲۵۳ (۳) فتح الباری، ج ۲۱، ص ۳۶۲ (۴) صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۵۷ (۵) فتح الباری، ج ۲۱، ص ۳۶۲۔

سزا دیئے بغیر چھوڑ دیا کیوں کہ آپ ﷺ اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا کرتے تھے۔ بعد میں وہ کنواں پاٹ دیا گیا جس میں جادو والی چیزیں رکھی گئی تھیں اور اس کا متبادل دوسرا کنواں کھود دیا گیا۔(۱)

قارئین کرام!

یہ ہے سحر اور جادو کی کہانی جسے متعدد کتابوں سے اخذ کر کے ایک مربوط شکل میں آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔(۲)

میری عمر اس وقت غالباً چودہ پندرہ سال ہو گی جب میں نے پہلی مرتبہ جادو والی روایت پڑھی تھی اور اس وقت بھی مجھے اس کی صحت پر ذرا یقین نہیں آیا تھا کیونکہ میرے خیال میں یہ بات ناممکن تھی کہ سرورِ کونین ﷺ جیسی عظیم ہستی پر جادو جیسی گھٹیا اور مکروہ چیز اثر انداز ہو سکے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ محض میری ایک جذباتی سوچ تھی اور اس پر میرے پاس کوئی دلیل نہیں تھی اس لئے اہل علم کے سامنے یہ بات کرتے ہوئے ہچکچاتا تھا کیونکہ علمی دنیا میں عقیدت پر مبنی جذبات کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی جب تک ان کی تائید قرآن وسنت اور واضح دلائل سے نہ ہو جائے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجھے سیرت نبویہ پر ''سید الوریٰ'' لکھنے کی توفیق عطا فرمائی تو اس میں حتی الوسع کوشش کی گئی کہ کوئی ناقابل اعتبار بات شامل نہ ہونے پائے۔ اس سلسلے میں ان روایات پر بھی تحقیق کرنی پڑی جن میں جانِ دوعالم ﷺ پر جادو کئے جانے کا تذکرہ ہے۔ آخر طویل غور وخوض کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ یہ روایات ہرگز اس قابل نہیں کہ انہیں تسلیم کیا جائے اور جانِ دوعالم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ (معاذ اللہ!) سحر کے اثر سے دو چار دن نہیں، بلکہ پورے ایک سال تک آپ کا حافظہ اس قدر متاثر ہو گیا تھا کہ جو کام نہیں کیا ہوتا تھا اس کے بارے میں خیال کرنے لگتے تھے کہ میں یہ کام کر چکا ہوں، مردانہ طاقت اس حد تک غیر فعال ہو گئی تھی کہ خواہش کے باوجود بیویوں کے پاس جانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے،

(۱) ابن سعد، ج ۲/۲، ص ۵ (۲) تفہیم القرآن، ج ۶، تفسیر سورہ فلق میں بھی اس سے ملتی جلتی داستان مرقوم ہے۔

معدے پر اتنا اثر پڑ گیا تھا کہ بھوک، پیاس ختم ہو گئی تھی اور کھانا پینا چھوٹ گیا تھا، نظر میں اتنا التباس واقع ہو گیا تھا کہ کسی چیز کو پہلی نگاہ میں پہچان نہیں پاتے تھے، شاداب و رعنا بدن روز بروز گھلتا چلا جا رہا تھا مگر آپ کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے، خم بہ خم خوشنما زلفیں جھڑ گئی تھیں اور لوگ آپ ﷺ کی عیادت اور بیمار پرسی کے لئے آنے جانے لگے تھے۔

کیسا دلدوز اور اندوہناک نظارہ تخلیق کیا ہے داستان طرازوں نے------!!!

میرا تو دل کانپتا ہے اور قلم لڑکھڑاتا ہے یہ باتیں لکھتے ہوئے----! مجھے یقین ہے آپ بھی یہ سب کچھ پڑھ کر لرز اٹھے ہوں گے مگر میرے اور آپ کے لرزنے کانپنے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ بات تو جب بنے گی کہ روشن دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا جائے کہ سحر وجادو کی یہ تمام کہانیاں من گھڑت اور خود ساختہ ہیں اور محبوب رب العالمین کی شان اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ کوئی دو ٹکے کا جادوگر یا جادوگرنی آپ ﷺ کو اس حال تک پہنچا سکے۔

تو آیئے! کتاب وسنت، اصول حدیث، اصول فقہ، اسماء الرجال اور عقل سلیم کی روشنی میں ان روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔



محدثین وفقہاء کے نزدیک یہ طے شدہ قانون ہے کہ جو روایت کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے خلاف ہو وہ قابل تسلیم نہیں ہوتی۔ چنانچہ ملا علی قاری اپنی معروف کتاب ''موضوعات کبیر'' میں من گھڑت روایتوں کی علامات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''وَمِنْهَا مُخَالَفَةُ الْحَدِيْثِ لِصَرِيْحِ الْقُرْآنِ'' (۱)

یعنی من گھڑت ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ روایت قرآن مجید کی تصریح کے خلاف ہو۔

اصول فقہ کے مشہور متن ''اصول الشاشی'' میں ہے۔

''شَرْطُ الْعَمَلِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِّلْكِتَابِ'' (خبر واحد (وہ

(۱) موضوعات کبیر، ص ۹۸۔

حدیث جو متواتر یا مشہور نہ ہو) پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو۔)

اس شرط کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ نظام الدین شاشی نے یہ حدیث پیش کی ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: تَكْثُرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِيْ، فَاِذَا رُوِیَ لَكُمْ عَنِّیْ حَدِيْثٌ فَاَعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللهِ، فَمَا وَافَقَ فَاقْبَلُوْهُ وَمَا خَالَفَ فَرُدُّوْهُ" (١)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ---- "میرے بعد تمہارے لئے حدیثیں بہت ہو جائیں گی اس لئے جب تمہارے روبرو میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کو

(١) اصول شاشی، ص ٧٦۔ اس حدیث پر اگرچہ بعض محدثین نے جرح کی ہے مگر ان کی جرح کا تعلق سند کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا مفہوم و معنی تو تمام محدثین کے نزدیک درست ہے اور ان کے ہاں یہ بالاتفاق مسلم ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ ناقابل تسلیم ہے۔ چنانچہ علامہ ابن جوزی نے حدیث کے خود ساختہ ہونے کی ایک علامت یہ بتائی ہے ------ "اَوْ مُبَايِنًا لِنَصِّ الْكِتَابِ۔" یعنی جو روایت قرآن مجید کے خلاف ہو۔

علامہ ابن جوزی کی بیان کردہ علامات کو نقل کر کے علامہ شبلی نے حاشیے میں وضاحت کی ہے کہ

"یہ اصول خود ابن جوزی کے قائم کردہ نہیں بلکہ ابن جوزی نے محدثین کے اصول کو نقل کر دیا ہے۔"

(سیرۃ النبی، ج ١، ص ٤١)

بہر حال یہ غیر متنازعہ قاعدہ ہے کہ جو حدیث، قرآن کے خلاف ہو وہ مسترد کرنے کے قابل ہے، البتہ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ صحیح حدیث کبھی قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتی ----- جانِ دو عالم ﷺ تو قرآن کے اولین داعی و مبلغ ہیں، ان سے بھلا ایسی بات کیوں کر سرزد ہو سکتی ہے جو کتاب اللہ کے خلاف ہو ---- ! معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ---- در حقیقت یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں حدیث قرآن کے خلاف ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف درست نہیں ہے کیونکہ جو چیز رسول اللہ ﷺ سے قطعی، یقینی اور متواتر طور پر ثابت ہے وہ قرآن ہے اور یہ حدیث اس کے خلاف واقع ہو رہی ہے اس لئے اسکا انتساب رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط ہے۔ رہی یہ بات کہ بعض چیزیں رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط طور پر کیسے منسوب ہو جاتی ہیں تو اس کی بڑی وجہ وہ کذاب اور وضاع راوی ہیں جو طرح طرح کی حدیثیں گھڑ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے رہے لیکن ایسی روایتوں کا اسماء الرجال کے ذریعے بآسانی پتہ چلایا جا سکتا ہے، البتہ کچھ روایتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں کوئی بھی راوی کذاب نہیں ہوتا اس کے باوجود ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف درست نہیں ہوتی اور اس کا سبب باب مدینۃ العلم علی کرم اللہ وجہہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حدیثوں کے راوی تین قسم کے ہوا کرتے تھے۔

ا۔ وہ مخلص مومن جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا اور آپ کی گفتگو کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھا۔

کتاب اللہ پر پیش کرو، جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبول کر لو اور جو مخالف ہو اس کو رد کر دو۔"

جانِ دو عالم ﷺ کے اس واضح ارشاد پر عمل کرتے ہوئے جب ہم روایات سحر کو کتاب اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو واضح طور پر قرآن مجید کے خلاف پڑتی ہیں۔

اولاً -- اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ سورۃ ٢٥ آیات ٩، ٨۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کے پیروکاروں سے مخاطب ہو کر "ظالم لوگوں نے کہا کہ تم تو ایک ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔ دیکھو تو سہی (اے نبی!) کہ یہ تمہارے لئے کس قسم کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ یہ گمراہ ہو چکے ہیں اور صحیح راستے پر نہیں چل سکتے۔" ان آیات مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو "رجل مسحور" یعنی ایسا آدمی کہنا جس پر جادو

ب۔ وہ اعرابی جو کسی باہر کے قبیلے سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا مگر اس کا صحیح مطلب نہ سمجھ سکا اور اپنے قبیلے میں واپس جا کر جو کچھ سمجھا تھا اس کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا، جس کی وجہ سے مفہوم میں تبدیلی واقع ہو گئی۔

ج۔ وہ منافق جس کا نفاق ظاہر نہیں تھا۔ اس نے جھوٹ اور افتراء کے طور پر بات گھڑی اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف (بالواسطہ یا بلاواسطہ) منسوب کر دیا۔ سننے والے نے اس کو سچا مومن سمجھتے ہوئے اس کی بات پر یقین کر لیا اور اس کی روایت کو دوسروں کے سامنے ذکر کر دیا۔ اس طرح وہ جھوٹی روایت پھیل گئی۔ (اصول الشاشی ٧٦)

قسم دوم اور قسم سوم میں یہ فرق تو ضرور ہے کہ ایک کو غلط فہمی ہوئی اور دوسرے نے جان بوجھ کر شرارت کی لیکن بہر صورت ان کی روایات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا یقیناً غلط ہے، خواہ بعد کے راوی کتنے ہی ثقہ اور مستند کیوں نہ ہوں، اسلئے روایات کو کتاب اللہ پر پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی روایت قرآن کے مطابق ہوئی تو وہ بالیقین رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے جسکا ماننا اور اس پر عمل کرنا ہر مومن کے لئے ضروری ہے اور اگر قرآن کے خلاف ہوئی تو وہ کسی غلط فہمی یا نفاق کا شاخسانہ ہے اور اسکی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف باطل ہے اس لئے اسکو مسترد کرنا لازمی ہے۔ حاصل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کبھی بھی قرآن کے خلاف نہیں ہوتی، نہ ہو سکتی ہے، البتہ بعض مفتریات نے احادیث کا روپ دھار رکھا ہوتا ہے، ان کو جب قرآن کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو ملمع اتر جاتا ہے اور صحیح صورت حال واضح ہو جاتی ہے۔ اصول فقہ کی کتابوں میں اسکی متعدد مثالیں مذکور ہیں۔ تفصیل کے لئے "نور الانوار" اور "توضیح تلویح" وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ علامہ شبلی نے بھی سیرۃ النبی کے مقدمے میں اس کی خوب وضاحت کی ہے۔

کیا گیا ہو' ان ظالموں کا قول ہے جو گمراہ ہو چکے ہیں اور صراط مستقیم پر چلنے کی استطاعت نہیں رکھتے جبکہ روایات سحر میں رسول اللہ ﷺ کو کھلے لفظوں میں جادو زدہ کہا گیا ہے۔

سُحِرَ النَّبِیُّ ﷺ.....

اب صورت حال یہ ھے کہ

ان روایات کو تیار کرنے والے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔ اور قرآن کریم کہتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا' وہ ظالم اور گمراہ ہیں۔

نتیجہ آپ خود ہی نکال لیں----- ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

ثانیاً--اس لئے کہ قرآن مجید کی رو سے معجزہ' جادو سے بہت ہی بلند و بالا اور طاقتور شے ہے کیونکہ معجزہ جادو کو فنا کر دیتا ہے جبکہ جادو معجزے پر کسی طرح بھی اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ جب فرعون کے جادوگروں نے لاٹھیوں اور رسیوں کو متحرک کرنے کا کرتب دکھایا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا

وَاَلْقِ مَافِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَاصَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْ کَیْدُ سَاحِرٍ ط وَلاَ یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ۝ سورہ ۲۰' آیت ۶۹

(تمہارے دائیں ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو زمین پر ڈال دو' یہ جادوگروں کی تیار کی ہوئی سب چیزوں کو نگل جائے گا کیونکہ انہوں نے جو کچھ بنایا ہے' جادوگر کا مکر ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوسکتا' خواہ کہیں بھی چلا آئے۔)

جب موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اتنے بڑے بڑے شاہی جادوگروں کی اجتماعی کاوش باطل ہوگئی تھی' تو سیدالانبیاء والرسل ﷺ کے آگے محض تین دینار میں بک جانے والے ایک منافق اور اس کی بے نام ونشان بہنوں کا جادو کیسے کامیاب ہوسکتا تھا---!!

ممکن ہے آپ کو خیال گزرے کہ وہاں معجزے اور سحر کا مقابلہ تھا اس لئے معجزہ غالب

ہوگیا' جبکہ یہاں لبید کا جادو رسول اللہ ﷺ کے کسی معجزے کے مقابلے میں نہیں تھا' بلکہ آپ ﷺ کی بشری طاقتوں پر تھا اس لئے اثر انداز ہوگیا' تو جواباً عرض ہے کہ یہ ایک اشتباہ ہے جو جان دو عالم ﷺ کی بشری طاقتوں کو عام انسانوں کی طاقتوں پر قیاس کرنے سے پیدا ہوا ہے مگر اس اشتباہ میں چونکہ بڑے بڑے لوگ مبتلا ہوئے ہیں اس لئے ہم اس موضوع پر قدرے تفصیل سے گفتگو کر رہے ہیں۔

''معجزہ'' ہر اس امر خارق (عام عادت اور معمول کے خلاف اور بظاہر ناممکن چیز) کو کہتے ہیں جو کسی نبی سے' اس کو دعوائے نبوت میں سچا ثابت کرنے کے لئے ظاہر ہو۔

اس تعریف پر بظاہر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے متعدد معجزات ایسے ہیں جن کے ظہور کے وقت نہ تو آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' نہ وہاں کوئی ایسا شخص تھا جس کو آپ ﷺ کی سچائی میں شبہ ہو' مثلاً کھجور کے خشک تنے کا رونا' انگشتان مبارکہ سے پانی کا نکلنا اور دیگر بہت سے معجزات' تو کیا ایسے تمام خوارق کو معجزات کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا---؟

علامہ سہیلی نے اس کا جواب اثبات میں دیا ہے' یعنی ہاں' ایسے تمام خوارق کو معجزات نہیں کہا جائے گا بلکہ ان کو ''علامات نبوت'' میں شمار کیا جائے گا۔

اگرچہ یہ فقط اصطلاح کا فرق ہے' تاہم اگر اس کو درست تسلیم کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی تعداد بہت کم رہ جائے گی کیونکہ ایسے واقعات جہاں پہلے آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور پھر اس کے ثبوت کے لئے کوئی معجزہ ظاہر کیا ہو' آٹھ دس سے زیادہ نہیں ہیں' حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات تمام انبیاء کے معجزات سے زیادہ ہیں!

اس الجھن کی وجہ سے شیخ ابن ہمام (۱) نے علامہ سہیلی سے اتفاق نہیں کیا ہے اور اصل

---

(۱) شیخ ابن ہمام کا اصلی نام محمد ابن عبدالاحد ہے۔ ان کے والد ماجد اور نانا جان دونوں قاضی (جج) تھے۔ نانا کا تعلق مالکی مذہب سے تھا جبکہ والد حنفی تھے اور ہمام الدین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ اس علمی گھرانے میں ۷۸۸ یا ۷۹۰ھ کو شیخ ابن ہمام کی ولادت ہوئی۔ متعدد علماء سے کسب فیض کیا اور فطری صلاحیت کی بنا پر تھوڑے ہی عرصے میں تمام مروجہ علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

اعتراض سے جواب دیتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر معجزہ دکھاتے وقت ساتھ نبوت کا بھی دعویٰ کیا جائے۔

بلکہ ایک دفعہ جب دعوائے نبوت کر دیا جائے تو اس کے بعد ظاہر ہونے والے تمام خوارق اسی دعویٰ کا ثبوت ہوں گے اس لئے معجزات میں شامل ہوں گے۔

ملاحظہ فرمایئے ان کی عبارت----متن مع الشرح

(وَقَوْلُ السَّهِيْلِيْ فِيْ بَعْضِ هٰذِهٖ) الْخَوَارِقِ (اَنَّهَا عَلَامَةٌ) لِلنُّبُوَّةِ (لَامُعْجِزَةٌ) اَیْ لَا تُسَمّٰی بِذَالِکَ (بِنَاءً عَلٰی عَدَمِ اِقْتِرَانِهَا بِدَعْوَی النُّبُوَّةِ، لَيْسَ بِذَاکَ) اَیْ لَيْسَ بِمَقْبُوْلٍ ..... (فَاِنَّه) ﷺ لَمَّا اِدَّعَی النُّبُوَّةَ اِنْسَحَبَ عَلَيْهِ ذَالِکَ، فَهُوَ (مُنْسَحِب

تذکرہ نگار ان کے حالات بیان کرتے ہوئے اتنے علوم کا ذکر کرتے ہیں کہ انسان ان کی جامعیت اور ہمہ گیری پر حیران رہ جاتا ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں----''کان اماماً نظاراً فارسافی البحث. فروعی، اصولی، محدث، مفسر، حافظ، نحوی، کلامی، منطقی، جدلی۔''

علامہ سیوطی لکھتے ہیں----''کان علامة فی الفقه، والاصول، والنحو، والصرف، والمعانی، والبیان، والتصوف، والموسیقی، محققا، جدلیا، نظارا۔''

حاصل ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ شیخ ابن ہمام بہت بڑے عالم، باریک بین محقق، میدان بحث کے شہسوار اور فروع واصول کے ماہر تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، کلام، تصوف، معانی، بیان، نحو، صرف، منطق، مناظرہ، اور موسیقی میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔

علاوہ ازیں ولایت کے مرتبے پر بھی فائز تھے اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ سب سے وقیع اور مبسوط تصنیف ''فتح القدیر'' ہے جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کی شرح ہے۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے فی الواقع یوں محسوس ہوتا ہے کہ علوم کا بحر ذخار موجیں مار رہا ہے۔

متن میں ہم نے جو حوالہ پیش کیا ہے وہ عقائد کے موضوع پر ان کی شہرہ آفاق کتاب ''المسائرہ'' سے ماخوذ ہے، جس کی مختصر شرح ''المسامرہ'' کے نام سے علامہ ابوشریف محمد ابن محمد نے لکھی ہے۔

درس وتدریس اور تصنیف وتالیف سے ایک عالم کو سیراب کرنے کے بعد تقریباً ستر سال کی عمر میں نہایت مبارک مہینہ کے انتہائی بابرکت دن میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ یعنی----۷ رمضان، بروز جمعہ ۸۶۱ھ (الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ص ۷۴)۔

عَلَيْهِ النُّبُوَّةُ مِنْ حِيْنِ اِبْتِدَاءِ هَا) اَیِ الدَّعْوٰی (اِلٰی اَنْ تَوَفَّاهُ اللهُ تَعَالٰی، كَاَنَّه، فِیْ كُلِّ سَاعَةٍ) اَیْ فِیْ كُلِّ وَقْتٍ (يَسْتَانِفُهَا) اَیِ الدَّعْوٰی (فَكُلُّ مَاوَقَعَ لَه، مِنَ الْخَوَارِقِ (كَانَ مُعْجِزَةً) لِاقْتِرَانِهٖ بِدَعْوَی النُّبُوَّةِ حُكْمًا وَ(كَاَنَّه، يَقُوْلُ فِیْ كُلِّ سَاعَةٍ (اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ) اِلَی الْخَلْقِ (وَكَاَنَّه، يَقُوْلُ فِیْ كُلِّ سَاعَةٍ) اَیْ كُلِّ وَقْتٍ وَقَعَ فِيْهِ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ (هٰذَا دَلِيْلُ صِدْقِیْ)(۱)

(ان میں سے بعض خوارق کے بارے میں سہیلی نے کہا ہے کہ ان کو معجزہ نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ علامات نبوت قرار دیا جائے گا کیونکہ ان کے ساتھ نبوت کا دعویٰ موجود نہیں ہے لیکن سہیلی کا یہ قول قابل قبول نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب ایک دفعہ نبوت کا دعویٰ کر دیا تو وہ آپ ﷺ کی نبوت کے ساتھ ساتھ کھنچتا چلا آیا اور بعد کی زندگی میں آپ ﷺ کے وصال تک مسلسل برقرار رہا۔ گویا لمحہ بہ لمحہ آپ ﷺ اس کی تجدید کرتے رہے۔ اس لئے دعوائے نبوت کے بعد آپ ﷺ سے جو بھی امر خارق ظاہر ہوا وہ معجزہ ہوگا کیونکہ اس کے پس منظر میں حکماً نبوت کا دعویٰ موجود ہوتا ہے۔ گویا آپ ﷺ ہر وقت اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ میں ساری دنیا کی طرف اللہ کا رسول ہوں اور جب بھی آپ ﷺ سے کسی امر خارق کا ظہور ہوتا ہے تو گویا آپ ﷺ سب کو بتا رہے ہوتے ہیں کہ یہ میری سچائی کا ثبوت ہے۔)

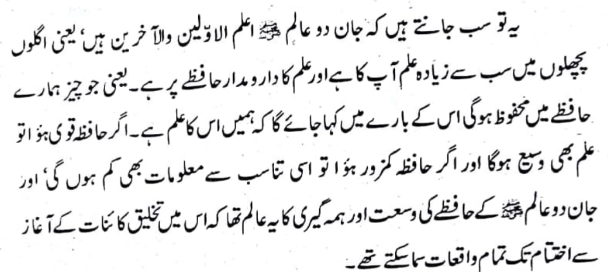
غرضیکہ اعلان نبوت کے بعد ظاہر ہونے والا ہر امر خارق درحقیقت معجزہ ہے، خواہ اس کے بعض انواع کا نام کچھ اور رکھ دیا جائے۔ اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ جادو معجزے پر اثر انداز نہیں ہوسکتا کیونکہ معجزہ نبی کی صداقت کا ثبوت ہوتا ہے، اگر وہ جادو سے متاثر ہو جائے تو نبی کی صداقت ہی مشتبہ ہو جائے گی، اس لئے یہ متفقہ بات ہے کہ سحر کا معجزے پر قطعاً کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ ان روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی جو چیزیں سحر سے متاثر

(۱) مسائرہ مع المسامرہ ص ۲۰۶۔

ہوئی تھیں وہ معجزانہ خصوصیات کی حامل تھیں یا اس طرح کی تھیں جیسی عام آدمیوں کی ہوتی ہیں۔

✿✿✿



یہ تو سب جانتے ہیں کہ جان دو عالم ﷺ اعلم الاوّلین والآخرین ہیں' یعنی اگلوں پچھلوں میں سب سے زیادہ علم آپ کا ہے اور علم کا دارو مدار حافظے پر ہے۔ یعنی جو چیز ہمارے حافظے میں محفوظ ہوگی اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ ہمیں اس کا علم ہے۔ اگر حافظہ قوی ہؤا تو علم بھی وسیع ہوگا اور اگر حافظہ کمزور ہؤا تو اسی تناسب سے معلومات بھی کم ہوں گی' اور جان دو عالم ﷺ کے حافظے کی وسعت اور ہمہ گیری کا یہ عالم تھا کہ اس میں تخلیق کائنات کے آغاز سے اختتام تک تمام واقعات سما سکتے تھے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ' قَالَ :قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ' حَفِظَہ' مَنْ حَفِظَہ' وَ نَسِیَہ' مَنْ نَسِیَہ'. (۱)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور تخلیق کے آغاز سے' جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں تک پہنچ جانے کے واقعات بیان کر دیئے-----جس نے یاد رکھا' یاد رکھا۔ جس نے بھلا دیا' بھلا دیا۔)

آغاز کائنات سے اختتام حشر تک لاکھوں سال کے واقعات ایک مجلس میں بتا دینا بذات خود ایک معجزہ ہے----جس طرح واقعہ معراج میں کروڑوں نوری سالوں کے فاصلے طے کر کے ایک ہی رات میں واپس آ جانا معجزہ ہے' لیکن اس سے بھی بڑا معجزہ اس قدر لامتناہی حالات و واقعات کا یاد رہنا اور آپ ﷺ کے حافظے میں محفوظ ہونا ہے۔

ایک اور حدیث میں ایک پرکیف روحانی مشاہدے کی روداد بیان کرتے ہوئے جان دو عالم ﷺ فرماتے ہیں''.....پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس

(۱) صحیح بخاری' ج ۱' کتاب بدء الخلق' ص ۴۵۳۔

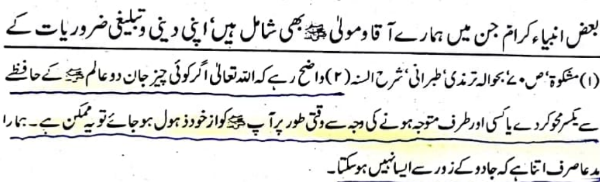
کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا' میں نے جان لیا۔''(۱)

ظاہر ہے کہ کسی عام انسان کا حافظہ اتنی ہمہ گیر استعداد کا حامل نہیں ہوسکتا کہ جہان کی ابتداء سے انتہاء تک اور آسمانوں سے زمین تک ہر چیز کا علم اس میں سما جائے۔ ایسی غیر معمولی یادداشت یقینی طور پر معجزہ ہے اور لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی کے مطابق معجزے پر جادو اثر انداز نہیں ہوسکتا اس لئے یہ کہنا کہ جادو کے اثر سے آپ ﷺ کے حافظے کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ ایک کام نہیں کیا ہوتا تھا اور سمجھتے رہتے تھے کہ میں کر چکا ہوں' قطعاً غلط ہے۔(۲)

جان دو عالم ﷺ کی تو خیر شان ہی بہت بڑی ہے' جادو تو اصولی طور پر آپ ﷺ کے دریائے علم سے چند چلو بھرنے والے صحابی حضرت ابو ہریرہؓ کے حافظے پر بھی اثر انداز نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ ان کا ایسا بے مثال حافظہ بارگاہ نبوت کا اعجاز تھا (۳) اور معجزے کو جادو متاثر نہیں کرسکتا-----وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰیo

✿✿✿

بعض انبیاء کرام جن میں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ بھی شامل ہیں' اپنی دینی و تبلیغی ضروریات کے



(۱) مشکوۃ' ص ۷۰' بحوالہ ترمذی' طبرانی' شرح السنہ (۲) واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ اگر کوئی چیز جان دو عالم ﷺ کے حافظے سے یکسر محو کر دے یا کسی اور طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے وقتی طور پر آپ ﷺ کو از خود ذہول ہو جائے تو یہ ممکن ہے۔ ہمارا مدعا صرف اتنا ہے کہ جادو کے زور سے ایسا نہیں ہوسکتا۔

(۳) ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کی---''یا رسول اللہ! میں آپ سے احادیث سنتا ہوں مگر بعد میں بہت سی بھول جاتا ہوں۔'' فرمایا---''اپنی چادر بچھاؤ!'' ابو ہریرہؓ نے چادر بچھائی تو آپ ﷺ نے اپنے خالی ہاتھوں سے اوک سی بنا کر اس کو چادر پر انڈیل دیا' پھر فرمایا--''اس چادر کو اپنے سینے سے لگا لو!'' حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا--''فما نسیت شیأ بعد '' اس کے بعد میں کبھی کوئی چیز نہیں بھولا۔ (صحیح بخاری' ج ۱' ص ۲۲) جس ہستی کے لمحاتی فیضان سے دوسروں کو ایسا حافظہ مل جائے کہ پھر وہ کوئی چیز بھولیں ہی نہ' اس ذات اقدس کا اپنا معجزانہ حافظہ جادو سے اتنا متاثر ہو جائے کہ پورے ایک سال تک نسیان میں مبتلا رہے' یہ بھلا کیسے ممکن ہے---!؟

لئے متعدد شادیاں کرتے رہے۔ حضرت سلیمانؑ کی کم از کم ساٹھ بیویاں صحیح حدیث سے ثابت ہیں(۱) جانِ دو عالم ﷺ کی بھی نو ازواج مطہرات تھیں۔ اتنی خواتین کے ازدواجی تقاضے پورے کرنے کے لئے غیر معمولی قوت کی ضرورت ہے اور جانِ دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بھی معجزانہ طور پر عطا کر رکھی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات بیان کی کہ (بعض دفعہ) رات یا دن کے کسی حصے میں رسول اللہ ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس ہو آتے تھے تو حضرت قتادہ نے حیرت سے پوچھا---"اَوَ کَانَ یُطِیْقُ ذٰلِکَ---؟" (کیا آپ ﷺ اتنی طاقت رکھتے تھے؟) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا---"کُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّہٗ اُعْطِیَ قُوَّۃَ ثَلٰثِیْنَ رَجُلًا۔"(۲) (ہم آپس میں بات کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو تیس مردوں جتنی قوت عطا کی گئی ہے۔)

بخاری کے حاشیے میں لکھا ہے کہ صحیح اسماعیلی میں تیس کے بجائے چالیس مردوں کا ذکر ہے اور حلیہ ابی نعیم میں چالیس جنتی آدمیوں کا بیان ہے اور ترمذی میں ہے کہ ایک جنتی کی طاقت دنیا کے سو آدمیوں کے برابر ہے۔(۳)

چالیس کو سو سے ضرب دیں تو حاصل چار ہزار آئے گا۔ اس لحاظ سے جانِ دو عالم ﷺ کو دنیا کے چار ہزار انسانوں جتنی قوت حاصل تھی۔ ظاہر ہے کہ اتنی فراواں طاقت سر بسر معجزہ ہے---اگر اسماعیلی اور ابی نعیم والی روایات کو ضعیف سمجھا جائے اور صرف بخاری پر انحصار کیا جائے تو ایک ہستی میں تیس مردوں کی طاقت کا پایا جانا بھی کوئی کم معجزہ نہیں اور معجزہ جادو سے متاثر نہیں ہوتا اس لئے ایسی معجزانہ مردانہ طاقتوں کی حامل ذات اقدس کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ عورتوں کے پاس جانا چاہتے تھے مگر جا نہیں پاتے تھے' قطعاً باطل ہے کیونکہ اس طرح معجزانہ طاقتیں ساحرانہ قوتوں کے آگے بے بس ہو جاتی ہیں' حالانکہ سحر معجزے پر کبھی غالب نہیں ہو سکتا---وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ٥

(۱) صحیح بخاری' ج ۲' باب المشیۃ والارادۃ' ص ۱۱۱۳۔ (۲'۳) صحیح بخاری' ج ۱' باب اذا جامع ثم عاد' ص ۴۱۔



جادو کے یہ دو اثرات' یعنی حافظے کی خرابی اور قوت مردمی کا فعال نہ ہونا تو روایات بخاری میں پائے جاتے ہیں اور یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ٥ جیسی واضح اور صریح آیت کے ساتھ معارض ہونے کی وجہ سے ان روایتوں کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ رہے باقی آثار' تو وہ جن روایتوں میں مذکور ہیں وہ مخالفت قرآن سے قطع نظر بذات خود اتنی ضعیف ہیں کہ ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا' تاہم ان میں مسند عبدالرزاق اور طبقات ابن سعد کی ایک مرسل و منقطع روایت ایسی ہے جس کو علامہ قاضی عیاض مالکی نے اتنی اہمیت دی ہے کہ بخاری و مسلم کی روایات سحر کو کھینچ تان کر اس پر حمل کر دیا ہے۔(۱) یعنی وہ روایت جس میں جانِ دو عالم ﷺ کی نظر میں التباس پیدا ہو جانے کا ذکر ہے' حالانکہ جانِ دو عالم ﷺ کی بینائی کا کسی جادو سے متاثر ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ چشم مازاغ جس طرح سامنے دیکھتی تھی اسی طرح پس پشت چیزوں کا بھی معائنہ کرتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ جانِ دو عالم ﷺ نے اپنے مقتدی صحابہ کرام کو رکوع و سجود مکمل کرنے اور خشوع و خضوع ملحوظ رکھنے کی نصیحت کرتے ہوئے سمت قبلہ کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا

اَتَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا؟...... اِنِّیْ لَاَ رَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ. (۲)

(کیا تم سمجھتے ہو کہ میری توجہ صرف اس طرف ہوتی ہے---؟ میں تو اپنی پیٹھ پیچھے بھی تم کو دیکھ رہا ہوتا ہوں۔)

حاشیے میں لکھا ہے قِیْلَ: اَلْمُرَادُ بِهِ الْعِلْمُ بِالْوَحْیِ' وَالصَّوَابُ اَنَّہٗ عَلٰی ظَاهِرِهٖ وَ اَنَّہٗ اِبْصَارٌ خَاصٌّ بِهٖ ﷺ خَرْقًا لِلْعَادَةِ' کَذَا فِی التَّوْشِیْحِ. وَ فِی الْعَیْنِیْ: نُقِلَ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّہٗ' کَانَ فِیْ جَمِیْعِ اَحْیَانِهٖ' یَعْنِیْ مَا کَانَتْ مُخْتَصَّةً بِحَالَةِ الصَّلٰوةِ (۳) (کہا گیا ہے کہ پیچھے دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو پیچھے کا علم ہو

(۱) قاضی صاحب کی تشریحات چند صفحات کے بعد آ رہی ہیں۔ (۲'۳) صحیح بخاری' ج ۱' باب فقہ الامام الناس' ص ۹۵۔

جاتا تھا' لیکن صحیح یہ ہے کہ دیکھنا اپنے ظاہری معنی میں ہے اور پیچھے دیکھنا آپ ﷺ کی معجزانہ خصوصیات میں سے ہے۔ توشیح میں اسی طرح ہے۔ اور عینی میں ہے کہ مجاہد سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کا پیچھے دیکھنا تمام اوقات میں تھا' یعنی حالت نماز کے ساتھ مخصوص نہیں تھا۔)

جو آنکھ بطور معجزہ وخرقِ عادت ہر وقت آگے پیچھے یکساں دیکھتی ہو' اس کا جادو کے زور سے اگر یہ حال ہو جائے کہ سامنے کی چیز کو بھی نہ پہچان سکے تو لازم آئے گا کہ سحر معجزے پر غالب آ جائے اور یہ ناممکن ہے---- وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ○



التباس نظر والی روایت کے علاوہ باقی روایات جن میں کھانے پینے کی بندش اور دیگر اثرات کا ذکر ہے' اسی طرح وہ روایتیں جن میں جادو کی کہانی کو فائنل ٹچ دیا گیا ہے' یعنی گیارہ گرہوں والی تانت اور سوئیوں والے مجسمے کا برآمد ہونا اور جبریلؑ کا سورہ فلق اور سورہ ناس لے کر اترنا اور ان کی آیتیں پڑھ کے گانٹھیں کھولنے کا کہنا' تو ان روایات کے نہ صرف یہ کہ راوی انتہا درجے کے ضعیف ہیں بلکہ اکثر میں ارسال' انقطاع اور اعضال کی علتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ یعنی ان کی سندوں میں ایک یا دو روای چھوٹے ہوئے ہیں۔ گویا ان میں ضعف در ضعف پایا جاتا ہے اس لئے ان پر گفتگو کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے' البتہ ان میں سے ایک روایت جسے علامہ بیہقی نے ذکر کیا ہے' نسبتاً بہتر ہے کیونکہ اس کی سند متصل ہے اور بیچ میں کوئی راوی چھوٹا ہوا نہیں ہے' تاہم ہے وہ بھی ضعیف کیونکہ اس کے دو راوی انتہائی کمزور ہیں۔ علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔ وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَالْبَیْهَقِیْ فِی الدَّلَائِلِ) النَّبَوِیَّةِ (بِسَنَدٍ ضَعِیْفٍ) لِاَنَّ فِیْهِ الْکَلْبِیْ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ ' وَهُمَا ضَعِیْفَانِ (فِیْ آخِرِ قِصَّةِ السِّحْرِ الَّذِیْ سُحِرَبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَنَّهُمْ وَجَدُوْاوِتْرًا فِیْهِ اِحْدٰی عَشْرَةَ عُقْدَةً وَاُنْزِلَتْ سُوْرَةُالْفَلَقِ وَالنَّاسِ فَجَعَلَ کُلَّمَا قَرَاٰیَةً انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ) (۱)

(۱) زرقانی علی المواہب' ج ۷' ص ۱۲۱۔

(اور بیہقی نے الدلائل النبویہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے' جس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں کلبی اور ابو صالح پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں ہی ضعیف ہیں۔ اس روایت میں نبی ﷺ پر جادو کئے جانے والے قصے کے آخر میں ہے کہ کنوئیں سے ایک تانت ملی جس میں گیارہ گانٹھیں تھیں اور آپ ﷺ پر سورہ فلق اور ناس اتریں تو آپ ﷺ جونہی کوئی آیت پڑھتے گانٹھ کھل جاتی۔)

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اس روایت کو علامہ قسطلانی نے ضعیف قرار دیا ہے اور علامہ زرقانی نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس میں کلبی اور ابو صالح' دو ایسے راوی پائے جاتے ہیں جو ضعیف ہیں' لیکن علامہ زرقانی نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کس درجے کے ضعیف ہیں تو ہم اس کی وضاحت آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں' مگر دونوں کے حالات بیان کرنے سے بات بہت لمبی ہو جائے گی اس لئے بڑے میاں' یعنی استاد ابو صالح کا ذکر ترک کر کے صرف چھوٹے میاں' یعنی ابو صالح کے شاگرد کلبی کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال نقل کر دیتے ہیں' جنہیں پڑھ کے آپ خود ہی پکار اٹھیں گے کہ بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔!

کلبی کا نام محمد ابن سائب ہے۔ ابو النصر کنیت ہے اور کلبی عرفیت۔ کوفہ کا رہنے والا ہے۔ انساب اور تاریخ سے متعلق روایتیں بہت کثرت سے بیان کی ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تفسیر کا راوی بھی یہی ہے اس لئے بعض محدثین نے اسکو تفسیر میں پسندیدہ قرار دیا ہے مگر یزید ابن زریع کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کیا کلبی کی تفسیر کا مطالعہ جائز ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

معلوم نہیں کچھ محدثین نے اس کو تفسیر میں کیسے پسندیدہ کہہ دیا حالانکہ یہ تفسیر کو اپنے استاد ابو صالح کے واسطے سے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا ہے اور سفیان کہتے ہیں کہ کلبی نے مجھے خود بتایا کہ میں ابو صالح کے توسط سے جو روایت بھی بیان کروں وہ جھوٹ ہوتی ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ کلبی ثقہ نہیں ہے۔ دار قطنی اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کو متروک قرار دیا

ہے۔ جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کذاب ہے۔

جھوٹا ہونے کے علاوہ یہ شخص انتہا درجے کا بدعقیدہ رافضی ہے۔ ہمام کہتے ہیں کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں سبائی ہوں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ کلبی ان سبائیوں میں سے تھا جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے اور دوبارہ دنیا میں لوٹ کر آئیں گے اور عدل وانصاف قائم کریں گے۔ یہ لوگ جب بادل کا کوئی ٹکڑا دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حضرت علی اس میں ہیں۔ (واہ! کیا عقلمندانہ عقیدہ ہے!) ابوعوانہ کہتے ہیں کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبریل نبی ﷺ کو وحی املاء کرا رہے ہوتے تھے، جب نبی ﷺ بیت الخلاء کو چلے جاتے تھے تو جبریل، علی کو املاء کرانا شروع کر دیتے تھے (حد ہو گئی جبریل کی سادہ لوحی کی بھی!) ابن حبان کہتے ہیں کہ کلبی کا جو مذہب ہے اور اس کا جھوٹ جتنا واضح ہے اس کے بعد اس کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کا تو کتابوں میں ذکر کرنا بھی جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ اس کی بیان کردہ روایتوں کو بطور دلیل پیش کیا جائے۔ (۱)

توبہ اللہ! محدثین ومفسرین کے روپ میں کیسے کیسے فنکار پڑے ہوئے ہیں---!! اللہ بھلا کرے علماء جرح وتعدیل کا، کہ انہوں نے ایسے جعلسازوں کے پول کھول دیئے ہیں ورنہ ہمیں تو یہ عیار لوگ لے ڈوبتے۔!

قارئین کرام! یہ حال ہے بیہقی کی اس روایت کا، جو متصل ہونے کی وجہ سے نسبتاً بہتر حالت میں ہے۔ پھر سورتیں نازل ہونے اور گرہیں کھولنے والی باقی روایتوں کا آپ خود اندازہ لگا لیجئے!

قیاس کن زگلستان من بہارم را

اس موقعہ پر سورتوں کا نازل ہونا اس لئے بھی ناقابل فہم ہے کہ اکثر کے نزدیک یہ سورتیں مکی ہیں۔ جن لوگوں نے انہیں مدنی کہا ہے انہوں نے روایت سحر کی وجہ سے ان کو مدنی کہہ دیا ہے ورنہ سعودی عرب میں چھپنے والے تمام مصحفوں میں، اسی طرح تاج کمپنی کے مطبوعہ

(۱) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۲، سے ماخوذ

قرآنوں میں ان سورتوں کے بارے میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ یہ مکی ہیں، یعنی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں اور روایات کے مطابق جادو کا واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد پیش آیا تھا۔ اس لحاظ سے یہ سورتیں واقعہ سحر سے کم از کم سات، آٹھ سال پہلے نازل ہو چکی تھیں، پھر ان کے نزول کو داستان سحر کے ساتھ جوڑنے کی کیا تک ہے----؟!(۱)

کہا جاتا ہے کہ اگر یہ سورتیں مکہ میں نازل ہوئی تھیں تو مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ یعنی

(۱) دلچسپ بات یہ ہے سید ابوالاعلیٰ مودودی، جو روایت سحر کے زبردست حامی اور پاسبان ہیں، وہ بھی ان سورتوں کو مکی تسلیم کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے تفہیم القرآن، ج ۶، ص ۵۴۶، ۵۴۷۔ مودودی صاحب کے نظریات کا جائزہ آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ''حقیقت یا فسانہ'' کی پہلی اشاعت کے بعد جب میں تبلیغی دورے پر اوکاڑہ گیا تو گورنمنٹ کالج اوکاڑہ کے پرنسپل اور پروفیسر حضرات نے کالج میں اس موضوع پر میرے ایک لیکچر کا اہتمام کیا اور شہر کے علماء وفضلاء کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی۔ اہل علم اور ارباب ذوق کے اس بھرپور اجتماع کی اکثریت نے میرے موقف کو سراہا اور دل کھول کر داد دی۔ لیکچر کے بعد سوال وجواب کی نشست تھی۔ اس میں ایک فاضل نے سوال کیا کہ یہ تو درست ہے کہ پہلی مرتبہ سورہ فلق اور ناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھیں لیکن کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ سحر کے توڑ کے لئے یہی سورتیں مدینہ منورہ میں دوبارہ نازل ہوئی ہوں؟ جس طرح بعض دیگر سورتوں اور آیتوں کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ ان کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے۔

میں نے جواب دیا کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ کچھ سورتیں اور آیتیں دو دفعہ اتری ہیں لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورہ فلق اور ناس دافع سحر ہیں یا نہیں؟ اگر دافع سحر ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہونا ہی نہیں چاہئے تھا کیونکہ یہ سورتیں--- جیسا کہ آپ خود تسلیم کر رہے ہیں--- مکہ میں کئی سال پہلے نازل ہو چکی تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی تلاوت کرتے ہوئے ''نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ'' کے شر سے پناہ مانگتے چلے آ رہے تھے، پھر لبید یا اس کی بہنوں کا جادو کیسے آپ ﷺ پر اثر انداز ہو گیا؟ اور اگر کہا جائے کہ یہ سورتیں دافع سحر نہیں ہیں تو پھر ان کو دوبارہ نازل کرنے سے کیا فائدہ؟ اور اگر کہا جائے کہ پہلی دفعہ نازل ہوئیں تو دافع سحر نہیں تھیں، دوسری دفعہ دافع سحر بن کر نازل ہوئیں تو کیا رسول اللہ ﷺ کا اتنے عرصے تک نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ کے شر سے پناہ مانگنا رائیگاں گیا؟

چونکہ یہ تینوں صورتیں ممکن ہیں اس لئے ان سورتوں کا مکرر نزول بھی محال ہے۔

گانٹھوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کا کیا مطلب ہوگا--! گانٹھوں میں پھونکنے کا عمل تو مدینہ میں ہوا تھا اس لئے سورتوں کا نزول بھی مدینہ میں ہونا چاہئے، جیسا کہ روایت سحر میں آیا ہے۔

سبحان اللہ! ان سورتوں میں تو حاسد کے شر سے اور اندھیرے کے شر سے بھی پناہ مانگی گئی ہے، تو کیا حاسدوں نے حسد ہجرت مدینہ کے بعد شروع کیا تھا؟ کیا اندھیرا صرف مدینے میں چھایا کرتا تھا، مکہ میں نہیں ہوا کرتا تھا----؟ جس طرح حسد اور اندھیرا شروع سے چلے آتے ہیں اسی طرح گانٹھوں میں پھونکیں مارنے کا عمل بھی قدیم سے چلا آ رہا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مکہ ہی میں آپ ﷺ کو اور آپ کے توسط سے آپ ﷺ کی امت کو یہ استعاذہ (پناہ مانگنا) سکھا دیا تاکہ اس کو پڑھنے والے، حاسدوں، تاریکیوں اور جادوگرنیوں کے شر سے ہمیشہ محفوظ رہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر آپ ﷺ پر جادو کا اثر ہونا ممکن ہی نہیں تھا تو پھر آپ ﷺ کو جادوگرنیوں کے شر سے استعاذہ کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواباً عرض ہے کہ پناہ مانگنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس چیز سے پناہ مانگی جائے اس کے وقوع پذیر ہونے کا امکان بھی ہو۔ جانِ دو عالم ﷺ تو اور بھی بہت سے استعاذے کیا کرتے تھے، مثلاً----" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ"○(۱)

(اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم کی آزمائش سے اور جہنم کے عذاب سے، قبر کی آزمائش سے اور قبر کے عذاب سے۔)

کیا ان چار چیزوں میں سے کسی ایک میں بھی آپ ﷺ کے مبتلا ہونے کا کوئی امکان

(۱) صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۴۳۔

تھا---؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر جادوگرنیوں کے شر سے پناہ مانگنے سے یہ کیوں فرض کرلیا گیا ہے کہ جادوگرنیوں کے شر سے آپ ﷺ کا متاثر ہونا ممکن تھا----؟ لبید اور اس کی نامعلوم بہنوں کی تو بساط ہی کیا تھی، واللہ! اگر ساری دنیا کے جادوگر مل کر بھی آپ ﷺ پر جادو کرتے تو سب کو منہ کی کھانی پڑتی کیونکہ قرآن مجید نے واضح اعلان کر رکھا ہے کہ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○ اور اللہ سے زیادہ اپنی بات میں کون سچا ہو سکتا ہے!

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا○

❁ ❁ ❁

جن فضلاء نے مقام نبوت، شان رسالت اور آیات قرآنیہ کو مدنظر رکھ کر روایات سحر کا جائزہ لیا انہوں نے آج سے ایک ہزار سال پہلے ان روایتوں کو سراسر جعلی اور من گھڑت قرار دے دیا تھا۔ علوم قرآنیہ کے معروف حنفی فاضل علامہ جصاص رازی (۱) کی معرکہ آرا کتاب ''احکام القرآن'' سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے!

(۱) علامہ جصاص رازی کا نام احمد ابن علی ہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ سب سے عمدہ اور مشہور تصنیف ''احکام القرآن'' ہے۔ اس کے علاوہ شرح مختصر کرخی، شرح مختصر طحاوی، شرح جامع محمد، شرح اسماء حسنیٰ اور ادب القضاء وغیرہ بھی آپ کی تصنیفات ہیں۔ فضل وکمال کے اعتبار سے اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ اہل علم نے آپ کی مدح وستائش میں جو کچھ کہا ہے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے!

خطیب بغدادی کہتے ہیں----"هُوَ اِمَامُ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِیْ وَقْتِهٖ." اپنے وقت میں امام ابوحنیفہ کے پیروکاروں کے امام تھے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں----" اَلْاِمَامُ الْکَبِیْرُ الشَّانِ...... وَاِلَیْهِ انْتَهَتْ رِیَاسَةُ الْاَصْحَابِ." بڑی شان والے امام ہیں۔ حنفی اصحاب کی تاجداری ان پر ختم ہے۔

علامہ زرقانی کہتے ہیں----" اَلْاِمَامُ الْحَافِظُ، مُحَدِّثُ نِیْشَابُوْرَ، مِنْ اَئِمَّةِ الْحَنَفِیَّةِ." امام حافظ الحدیث، نیشاپور کے محدث، اور احناف کے اماموں میں سے ایک۔

علامہ عبدالحی لکھنوی کہتے ہیں----"کَانَ اِمَامُ الْحَنَفِیَّةِ فِیْ عَصْرِهٖ." اپنے زمانے میں حنفیوں کے امام تھے۔ اگرچہ مقلد تھے مگر اتنے وسیع النظر محقق تھے کہ علامہ لکھنوی لکھتے ہیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

"اِنَّهُمْ زَعَمُوْا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ سُحِرَوَ اَنَّ السِّحْرَ عَمِلَ فِيْهِ"

(لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا تھا اور جادو نے آپ ﷺ پر اثر بھی کیا تھا۔)

اس کے بعد ان اثرات کا ذکر کیا ہے جو بخاری کی روایت میں مذکور ہیں' پھر ان کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

وقد قال الله تعالیٰ مکذبالکفار فی ما ادعوہ من ذالک للنبی ﷺ فقال جل من قائل : وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلاَّ رَجُلاً مَّسْحُوْرًا٥

(حالانکہ جب کفار نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ظالم یہ کہتے ہیں کہ (اے مومنو!) تم تو ایک جادو زدہ کی پیروی کر رہے ہو۔)

" و مثل هذه الاخبار من وضع الملحدين"

(اس طرح کی تمام روایتیں بے دینوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔)

"والعجب ممن يجمع بين تصديق الانبياء عليهم السلام و اثبات معجزاتهم و بين التصديق بمثل هذا من فعل السحرة مع قوله تعالیٰ : وَلاَ يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰی٥ "

(ان لوگوں پر تعجب ہے جو ایک طرف تو انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں اور ان

----"هُوَا حَقّ بِاَنْ يُّجْعَلُ مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِی الْمَذْهَبِ." اس بات کے حق دار ہیں کہ انہیں مذہب کے اندر اجتہاد کرنے والوں میں شمار کیا جائے۔

علم وفضل کے علاوہ زہد وتقویٰ میں بھی ممتاز تھے۔ حکومت کی طرف سے دو دفعہ عہدۂ قضا کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے مسترد کردی۔

۳۰۵ میں پیدا ہوئے۔ عمر کا بیشتر حصہ بغداد میں بسر کیا۔ کچھ عرصہ اہواز اور نیشاپور میں بھی مقیم رہے۔ آخر بغداد ہی میں بتاریخ ۷ ذی الحجہ ۳۷۰ھ بعمر پینسٹھ سال داعی اجل کو لبیک کہا---- رحمه الله' وجعل الجنةمثواه.

(الفوائدالبهية' مع حاشية التعليقات السنية' للعلامه عبدالحی اللكهنوی' ص ١٦.)

کے معجزات ثابت کرتے ہیں اور دوسری طرف جادوگروں کے ایسے کاموں پر ایمان رکھتے ہیں' باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلاَ يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰی٥)

"فَصدق هؤلاء من كذبه الله و اخبر ببطلان دعواه وانتحاله." (۱)

(یہ لوگ (جو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا تھا) درحقیقت ان لوگوں کو سچا سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جھوٹا کہا ہے اور جن کے دعوائے سحر اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے کو باطل قرار دیا ہے۔)

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ جصاص کو----کیا خوب دفاع کیا ہے انہوں نے مقام رسالت کا---!



جو لوگ جادو ٹونے کا کاروبار کرتے ہیں یا اس کا توڑ کرنے کے دعویدار بنتے ہیں وہ ان روایات کو تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتے ہیں اور اپنے گاہک کو پورے دھڑلے سے بتاتے ہیں کہ جادو برحق ہے' یہ تو رسول اللہ ﷺ پر بھی چل گیا تھا اور آپ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ......آگے وہی تفاصیل جو روایات میں مذکور ہیں' مزید مرچ مصالحہ لگا کر بیان کر دیتے ہیں۔ گاہک جب یہ سنتا ہے کہ جادو کے زور سے پورے ایک سال تک رسول اللہ ﷺ کو عجیب وغریب کیفیات سے دوچار کر دیا گیا تھا تو وہ انتہائی خوفزدہ ہو جاتا ہے اور یہی ان عیاروں کا مقصد ہوتا ہے کیونکہ خریدار جتنا زیادہ جادو کے خوف میں مبتلا ہوگا' اتنا ہی اس کا توڑ کرانے کے لئے بے تاب ہوگا اور منہ مانگی رقم دینے پر تیار ہوگا۔ اس طرح ان کا کاروبار چل پڑتا ہے اور ان پر ہر طرف سے بن برسنے لگتا ہے۔ آج کل یہ تجارت خوب زوروں پر ہے اور ہر گلی محلہ میں رنگ برنگ بورڈوں پر جلی قلم سے لکھا نظر آتا ہے---"بنگال کا جادو"---"افریقہ کا سحر"---"کالا علم"---"سحر سامری" وغیرہ وغیرہ اور نیچے پروفیسر' عامل' نجومی' اور جادوگر وغیرہ کا نام لکھا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ان لوگوں کو محبوب خدا ﷺ کی عزت وحرمت کی بنسبت اپنا کاروبار زیادہ عزیز ہوتا ہے' اس لئے وہ

---

(۱) احکام القرآن' ج ا' ص ۴۹۔

ان روایات کی نشر و اشاعت اور تائید و حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

❁ بے شک رسول اللہ ﷺ کا حافظہ متاثر ہو جائے، ان مکاروں کے کاروبار کو متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

❁ بے شک رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی قوتیں سلب ہو جائیں، ان کی تسکین ہوس کے اسباب فراہم ہوتے رہنے چاہئیں۔

❁ بے شک رسول اللہ ﷺ کی نظر کمزور ہو جائے، ان کی آنکھوں کی شیطانی چمک سلامت رہنی چاہیے۔

❁ بے شک رسول اللہ ﷺ کا کھانا پینا بند ہو جائے، ان کے معدے مرغن غذاؤں سے بھرے رہنے چاہئیں۔

❁ بے شک رسول اللہ ﷺ کا بدن گھلتا رہے، ان کے جسموں پر چربی کی تہیں چڑھتی رہنی چاہئیں۔

❁ بے شک رسول اللہ ﷺ کی زلفیں جھڑ جائیں، ان کی جھولتی لٹوں کی آب و تاب ماند نہیں پڑنی چاہیے۔

کاش! کہ یہ لوگ اپنے مکروہ دھندے کو چلانے کے لئے جادو کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی بے بسی اور لاچاری کے قصے نہ بیان کریں۔ مگر ان کا بھی کیا قصور---؟ یہ روایات کے انبار جو ان کو سہارا دینے کے لئے موجود ہیں---؟

آہ!

حقیقت خرافات میں کھو گئی یہ امت روایات میں کھو گئی

معذرت خواہ ہوں کہ کچھ جذباتی ہو گیا ہوں، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کاروباری لوگوں نے تو ان روایات میں مذکور جملہ تفصیلات کو بہر صورت صحیح ماننا ہے کیونکہ یہ ان کے کاروبار کا تقاضا ہے اور اگر اس طبقے کا کوئی نمائندہ ان روایات کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوتا تو ہمیں قطعاً کوئی تعجب

نہ ہوتا مگر حیرت کی بات ہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی جیسے آزاد فکر محقق نے ان روایتوں کی وکالت کردی ہے اور ان کو صحیح ثابت کرنے کے لئے پورا زور بیان صرف کر دیا ہے۔

مودودی صاحب کی تحقیقی صلاحیت اور اظہار مافی الضمیر پر غیر معمولی دسترس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، مگر جب آدمی کمزور موقف کی ترجمانی کر رہا ہو تو تمام تر علمیت اور قابلیت کے باوجود الجھاؤ، تضاد اور خلط مبحث کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی کچھ مودودی صاحب کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے سورہ فلق کی تفسیر کرتے ہوئے پہلے تو متعدد کتابوں کے نام لکھ کر ان کے حوالے سے جادو کی کہانی ترتیب دی اور اس کے دوران یہ عجیب انکشاف کیا کہ

''یہ تمام اثرات آپ کی ذات تک محدود رہے، حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہو سکا کہ آپ پر کیا گزر رہی ہے'' لیکن کھانے پینے کی بندش، زلفوں کا جھڑ جانا اور صحابہ کرام کا آپ ﷺ کی عیادت کے لئے آنا ایسی چیزیں ہیں جن کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ''تمام اثرات آپ کی ذات تک محدود رہے، حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہو سکا....''

چنانچہ مودودی صاحب نے مذکورہ بالا تینوں اثرات کو جادو کی کہانی سے حذف ہی کر دیا، حالانکہ یہ اثرات بھی پوری وضاحت کے ساتھ انہی کتابوں میں موجود ہیں اور انہی روایتوں میں مذکور ہیں جن کے حوالے سے مودودی صاحب نے سحر کی داستان بیان کی ہے۔

مثلاً مودودی صاحب نے نازل ہونے والے دو فرشتوں کے مکالمات میں سے ایک مکالمہ یہ بھی لکھا ہے

''پوچھا--''اب اس کے لئے کیا کیا جائے؟'' جواب دیا کہ کنویں کا پانی سونت دیا جائے اور پھر پتھر کے نیچے سے اس کو نکالا جائے۔''

حالانکہ ابن سعد کی جس روایت میں یہ مکالمہ موجود ہے اسی میں یہ بھی ہے---؟

''واخذ عن النساء وعن الطعام و الشراب۔'' یعنی رسول اللہ ﷺ عورتوں کے پاس جانے اور کھانے پینے سے بند کر دیئے گئے۔ مودودی صاحب نے اس روایت سے مندرجہ بالا

مکالمہ تو لے لیا مگر کھانے پینے کی بندش کو حذف کر دیا۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں مگر اس بحث کو چھوڑیئے اور یہ دیکھئے کہ جادو کے اثرات آپ کی ذات تک محدود رہنے اور دوسروں کو علم تک نہ ہو سکنے کا دعویٰ' تو بعض ان اثرات پر بھی منطبق نہیں ہوتا جو خود مودودی صاحب نے بیان کئے ہیں۔ مثلاً انہوں نے جادو کا ایک اثر یہ ذکر کیا ہے۔

''اپنی ازواج کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ آپ ان کے پاس گئے ہیں مگر نہیں گئے ہوتے تھے۔''

جان دو عالم ﷺ کی نو ازواج مطہرات تھیں جن کے پاس آپ ﷺ باری باری جایا کرتے تھے۔ اگر پورے ایک سال تک آپ ﷺ جادو کے اثر سے اس کیفیت میں مبتلا رہے تھے تو لازماً اس سے تمام ازواج آگاہ ہوں گی کیونکہ بیویوں سے خاوند کی ایسی حالت پوشیدہ نہیں رہ سکتی' پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام اثرات آپ کی ذات تک محدود رہے حتیٰ کہ دوسروں کو علم تک نہ ہو سکا کہ آپ ﷺ پر کیا گزر رہی ہے---!!

ہو سکتا ہے کہ ''دوسروں'' سے مراد باہر کے لوگ ہوں' لیکن اس صورت میں ''ذات'' کے بجائے گھر کا ذکر ہونا چاہئے تھا۔ یعنی عبارت یوں ہونی چاہئے تھی---''یہ تمام اثرات آپ کے گھر تک محدود رہے' حتیٰ کہ دوسروں کو علم تک نہ ہو سکا....''

اگر کہا جائے کہ ''ذات'' سے مراد آپ کی ذاتی زندگی ہے جس میں عائلی زندگی بھی شامل ہے' تو اس صورت میں یہ حصہ تو معنوی طور پر مربوط ہو جائے گا مگر اگلی عبارت سے اس کا ربط ٹوٹ جائے گا جو اس طرح ہے

''رہی آپ کے نبی ہونے کی حیثیت' تو اس میں آپ کے فرائض کے اندر کوئی خلل واقع نہ ہونے پایا''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقابل آپ کی شخصی زندگی اور نبوی میں ہے۔ لیکن شخصی زندگی

میں آپ ﷺ کو جو عوارض پیش آتے تھے' مثلاً زخمی ہونا یا بیمار ہونا' وہ سب کو معلوم ہوتے تھے' پھر جادو کے اثرات مخفی رہنے اور دوسروں کو معلوم نہ ہونے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے!؟

غرضیکہ---اک معمہ ہے' سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

دراصل مودودی صاحب ایک طرف تو جادو کی کہانی کو درست سمجھتے ہیں' دوسری طرف راویتوں میں مذکور ناگفتہ بہ اثرات کو جان دو عالم ﷺ کی جانب منسوب کرتے ہوئے بھی ان کا قلم ہچکچاتا ہے' اس لئے وہ ان کی سنگینی کو کم کرنے کے لئے کبھی کہتے ہیں کہ وہ آپ کی ذات تک محدود رہے' دوسروں کو پتہ تک نہ چل سکا' کبھی کہتے ہیں۔

''اس جادو کا اثر نبی ﷺ پر ہوتے ہوتے پورا ایک سال لگا۔ دوسری ششماہی میں کچھ تغیر مزاج محسوس ہونا شروع ہوا''

گویا پہلی ششماہی میں جادو کا سرے سے کوئی اثر ہی نہیں ہوا' حالانکہ روایت میں صاف مذکور ہے ''فلما عقدوا تلک العقد انکر رسول اللہ ﷺ تلک الساعة بصره ''(۱) یعنی جونہی جادو کرنے والوں نے گانٹھیں لگائیں' اسی وقت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں التباس پیدا ہو گیا۔

اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ کنویں میں دفن کرنے سے بھی پہلے جادو کا اثر شروع ہو گیا تھا' جبکہ مودودی صاحب فرما رہے ہیں کہ ''دوسری ششماہی میں کچھ تغیر مزاج محسوس ہونا شروع ہوا۔'' حالانکہ یہ بات کسی روایت میں مذکور نہیں ہے' بلکہ کچھ محدثین کی ذاتی رائے ہے جو انہوں نے متعارض روایات میں تطبیق پیدا کرنے کے لئے اختیار کی ہے۔

کاش! مودودی صاحب جادو کے اثرات کی شدت اور ہولنا کی کم کرنے کے بجائے علامہ جصاص رازی کی تحقیقات کو مدنظر رکھتے اور ان روایات کو اسی طرح مسترد کر دیتے جس طرح انہوں نے---''مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى...'' کی تفسیر میں صحیح مسلم کی اس روایت کو رد کر دیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ عذاب الٰہی اس درخت تک آ پہنچا تھا۔ (۲)

(۱) ابن سعد' ج ۲/۲' ص ۵۔ (۲) ملاحظہ فرمائیے تفہیم القرآن' ج ۲' ص ۵۹۔

اس موقف پر کہ انبیاء جادو سے متاثر ہو سکتے ہیں' دلیل پیش کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں

''نبی پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے' یہ بات قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ سورہ اعراف میں فرعون کے جادوگروں کے متعلق بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں جب وہ آئے تو انہوں نے ہزارہا آدمیوں کے اس پورے مجمع کی نگاہوں پر جادو کر دیا جو وہاں دونوں کا مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہوا تھا (سَحَرُوْا اَعْیُنَ النَّاسِ' آیت ۱۱۶) اور سورہ طٰہٰ میں ہے کہ جو لاٹھیاں اور رسیاں انہوں نے پھینکی تھیں ان کے متعلق عام لوگوں ہی نے نہیں' حضرت موسیٰ نے بھی یہی سمجھا کہ وہ ان کی طرف سانپوں کی طرح دوڑی چلی آ رہی ہیں اور اس سے موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو گئے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ خوف نہ کرو' تم ہی غالب رہو گے۔ ذرا اپنا عصا پھینکو---فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ○ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ○ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ ○''

حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو متحرک سمجھ لیا تھا اور ان سے خوفزدہ ہو گئے تھے' معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پر بھی جادو کا اثر ہو گیا تھا' ورنہ وہ کیوں ان کو حرکت کرتا دیکھ کر خوف میں مبتلا ہوتے----! حالانکہ ساحران فرعون نے ''پورے مجمع کی نگاہوں پر'' جو جادو کیا تھا اس کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں اندر سے کھوکھلی تھیں جن میں پارہ بھر دیا گیا تھا۔ چنانچہ جب ان کو سورج کی گرمی پہنچی تو پارہ اپنی طبعی خاصیت کی بنا پر اُڑنے لگا مگر لاٹھیوں اور رسیوں کے وزن کی وجہ سے اوپر نہ اٹھ سکا' تاہم اس کے دباؤ کی وجہ سے لاٹھیاں اور رسیاں زمین پر حرکت کرنے لگیں۔ دیکھنے والوں کو چونکہ اس تکنیک سے آگاہی نہیں تھی اس لئے موسیٰ علیہ السلام سمیت سب کی نگاہوں نے ان کو متحرک دیکھ کر سمجھا کہ یہ جادوگروں کے جنتر منتر سے از خود متحرک ہو گئی ہیں اس

لئے سب کو خوف محسوس ہوا(۱) گویا یہ ویسا ہی کرتب تھا جیسا کہ آجکل Magic Show میں مختلف مظاہرے کئے جاتے ہیں جنہیں دیکھ کر ناظرین کبھی ہنس پڑتے ہیں' کبھی دہشت زدہ ہو جاتے ہیں اور کبھی حیرت سے دانتوں میں انگلیاں دبا لیتے ہیں۔ ایسے محیر العقول مظاہرے دیکھ کر آدمی کا حیران یا خوفزدہ ہو جانا فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ اسی وجہ سے موسیٰؑ اپنے عصا کو سانپ بنتا دیکھ کر اس وقت بھی خوفزدہ ہو گئے تھے جب انہیں پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا کیا تھا حالانکہ وہاں کوئی جادوگر سرے سے موجود ہی نہیں تھا۔

(۱) چند تفسیری حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے!

۱---وذلک انهم او دعوها من الزنبق ما كانت تتحرک بسببه و تضطرب و تميذ بحيث يخيل للناظر انها تسعى باختيارها' وانما كانت حيلة ـ(ابن کثیر' ج۳'ص۱۵۸)

۲---يقال : انهم حشوها بما اذا وقعت الشمس عليه يضطرب و يتحرک. ولما كثرت واتصل بعضها ببعض' فمن رآها كان يظن انها تسعى۔(کبیر' ج۶'ص۷۷)

۳---و ذلک انهم كانوا لطخوها بالزئبق' فلما ضربت عليها الشمس اضطربت واهتزت' فخيل اليه انها تتحرک. (ابو السعود بهامش كبير' ج۶' ص ۷۶--- مدارک بهامش خازن' ج۳' ص ۳۴۳)

۴--- يقال : انهم طلوا تلک الحبال بالزئبق و جعلوا داخل تلک العصى زئبقا ايضا والقوها على الارض' فلما اثر حر الشمس فيها تحرک والتوى بعضها على بعض' حتى تخيل للناس انها حيات. (روح المعاني' ج ۹' ص ۲۵--- خازن' ج۳' ص ۳۴۳)

دیگر متعدد مفسرین نے بھی یہی کچھ بیان کیا ہے---کسی نے سورہ اعراف کی آیت ۱۱۶ کے تحت اور کسی نے سورہ طٰہٰ کی آیت ۶۹ کے ذیل میں۔ درج بالا عبارات کا ماحصل وہی ہے جو ہم متن میں بیان کر چکے ہیں کہ ساحران فرعون نے کوئی نظر بندی وغیرہ نہیں کی تھی' بلکہ اعلیٰ قسم کی شعبدے بازی کا مظاہرہ کیا تھا اور ایسی جادوگری دکھائی تھی کہ موسیٰؑ سمیت سب کی آنکھوں نے وہی نظارہ دیکھا جو ان کو جادوگر دکھانا چاہتے تھے' یعنی وہ چیزیں جو درحقیقت طبعی عوامل سے حرکت کر رہی تھیں ان کو بغیر کسی مادی سبب کے متحرک سمجھ لیا۔ البتہ علامہ وہب اور ان کے اتباع میں چند دوسرے مفسرین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ لاٹھیوں اور رسیوں میں کسی قسم کی حرکت پیدا نہیں ہوئی تھی' بلکہ موسیٰ علیہ السلام سمیت سب لوگوں کی آنکھوں پر جادو کا اثر ہو گیا تھا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

غرضیکہ غیر متوقع طور پر ایک خوفناک منظر کو دیکھ کر خوف میں مبتلا ہو جانا طبعی اور فطری امر ہے۔ اگر موسیٰؑ نے جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو از خود متحرک سمجھ لیا تھا اور ان سے خوف محسوس کیا تھا تو یہ بلاشبہ ان جادوگروں کے کرتب کا کمال تھا' مگر اُس کا اِس جادو سے کیا تعلق ہے جس میں گفتگو ہو رہی ہے؟ یعنی گانٹھوں پھونکوں' تاگوں' بالوں' دندانوں' مجسموں' سوئیوں اور جنتروں منتروں والا جادو جس کے اثر سے آدمی بیمار ہو جائے' اس کا کھانا پینا بند ہو جائے اور بدن گھلنے لگے----!!

کہاں ساحرانہ تکنیک سے تیار کردہ کسی خوفناک چیز کو دیکھ کر وقتی طور پر خوفزدہ ہو جانا' جو ایک فطری تقاضا ہے اور کہاں جادو کے اثر سے پورے ایک سال تک امراض و مصائب میں مبتلا رہنا' جو ایک غیر طبعی اور غیر فطری عمل ہے۔ ہم جس جادو کے اثرات کی جان دو عالم ﷺ اور دیگر انبیاءؑ سے نفی کر رہے ہیں وہ یہی ماوراء الطبعیاتی جادو ہے۔ رہا پہلے والا طبعیاتی جادو تو انبیاءؑ جس طرح دیگر طبعی عوامل سے اثر پذیر ہوتے ہیں' مثلاً بیمار ہونا' زخمی ہونا' پریشان ہونا' غمزدہ ہونا' اسی

جس کی وجہ سے ان کو ساکن چیزیں متحرک نظر آنے لگی تھیں۔ اس رائے کی تردید کرتے ہوئے امام رازی رقمطراز ہیں۔

واما ماروی عن وهب: انهم سحر وا اعين الناس و عين موسى عليه السلام حتى تخيل ذلك' مستدلا بقوله تعالىٰ: فَلَمَّا اَلْقَوْ سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ' وبقوله تعالىٰ: يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى' فهذا غير جائز' لان هذا الوقت وقت اظهار المعجزة والا دلة' وازالة الشبهة' فلو صار حيث لا يميز الموجود عن الخيال الفاسد' لم يتمكن من اظهار المعجزه' فحينئذ يفسد المقصود. (کبیر' ج ٦' ص ٧٧)

(اور وہ جو وہب سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "سحر وا اعين الناس" اور "يخيل اليه من سحر هم انها تسعى" سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ جادوگروں نے لوگوں اور موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں پر جادو کر دیا تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھیوں اور رسیوں کو متحرک سمجھ لیا' تو یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ وہ معجزہ ظاہر کرنے' دلائل پیش کرنے اور شبہات دور کرنے کا وقت تھا۔ اگر ان لمحات میں جادو کے اثر سے موسیٰ کی یہ حالت ہو جاتی کہ حقیقتاً موجود چیز اور غلط تخیل میں امتیاز نہ کر سکتے تو معجزہ بھی نہ دکھا پاتے اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مقصد (یعنی غلبہ حق) فوت ہو جاتا۔)

طرح جادو کے ذریعے متحرک کی گئی کسی چیز کو از خود متحرک سمجھ سکتے ہیں اور اگر وہ کوئی خوفناک شئے ہو تو اس سے خوفزدہ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور انبیاء بھی کامل درجے کے انسان ہی ہوتے ہیں۔ لیکن اس نوعیت کے جادو سے متاثر ہونے والے انسان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مسحور یا جادوزدہ ہے۔ اگر ایسا ہو تو دنیا کے بیشتر افراد جادو کے مارے ہوئے قرار پائیں گے کیونکہ اکثر لوگ زندگی میں کبھی نہ کبھی اس طرح کے شعبدے دیکھ کر خوف یا حیرت سے دوچار ہو چکے ہوتے ہیں۔



جس آیت میں واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کے سحرزدہ ہونے کی نفی کی گئی ہے' یعنی

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوْرًا ۝

اس کا جواب دیتے ہوئے مودودی صاحب رقمطراز ہیں

"رہا یہ اعتراض کہ یہ تو کفار مکہ کے اس الزام کی تصدیق ہوگئی کہ نبی ﷺ کو وہ سحرزدہ آدمی کہتے تھے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ کفار آپ ﷺ کو سحرزدہ آدمی اس معنی میں نہیں کہتے تھے کہ آپ کسی جادو کے اثر سے بیمار ہو گئے ہیں بلکہ اس معنی میں کہتے تھے کہ کسی جادوگر نے معاذ اللہ آپ ﷺ کو پاگل کر دیا ہے اور اس پاگل پن میں آپ ﷺ نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں اور جنت دوزخ کے افسانے سنا رہے ہیں....."

اگر اس جواب کو صحیح مان لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کو ساحر (جادوگر) کہنا بھی جائز ہوگا کیونکہ انتہائی فصیح کلام پر بھی سحر کا اطلاق ہوتا ہے۔ جان دو عالم ﷺ نے فرمایا "اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا" (بعض بیان سحر ہوتے ہیں) اور افصح العرب ﷺ کی فصاحت و بلاغت شک و شبہے سے بالاتر ہے۔ اب اگر کوئی آپ ﷺ کو ساحر کہنے لگے اور اسے کہا جائے کہ اللہ کے بندے! خدا سے ڈر اور ایسی جسارت نہ کر کیونکہ ساحر رسول اللہ ﷺ کو کفار کہا کرتے تھے وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ تو وہ جواب دے کہ "کفار آپ ﷺ کو ساحر اس معنی میں نہیں کہتے تھے کہ

آپ ﷺ بہت فصیح و بلیغ ہیں، بلکہ اس معنی میں کہتے تھے کہ معاذ اللہ آپ ﷺ جادوگروں جیسے جنتر منتر کر کے لوگوں کو بہکا رہے ہیں اور خاندانوں میں پھوٹ ڈال رہے ہیں، جبکہ میں آپ ﷺ کو ساحر، جادو بیان کے معنی میں کہتا ہوں کیونکہ نہایت فصیح اور مؤثر بیان کو خود آپ ﷺ نے سحر کہا ہے اور تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور پرتاثیر گفتگو کرنے والے تھے، پھر آپ کے جادوگر، بلکہ سب سے بڑے جادوگر ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے! اگر آپ ﷺ مسحور کسی اور معنی میں ہو سکتے ہیں تو کسی اور معنی میں ساحر کیوں نہیں ہو سکتے ----؟''

آپ ہی بتایئے قارئین کرام! کہ کیا اس استدلال کو درست تسلیم کیا جا سکتا ہے----؟ اس طرح تو آپ ﷺ کو معاذ اللہ مجنون کہنا بھی صحیح ہوگا اور اگر کوئی اعتراض کرے تو کہا جا سکتا ہے کہ کفار آپ ﷺ کو مجنون بمعنی پاگل کہتے تھے جبکہ میں آپ ﷺ کو عشق الٰہی میں دیوانہ ہونے کی وجہ سے مجنون کہتا ہوں، بلکہ اس صورت میں آپ ﷺ کو ''رَاعِنَا'' کہہ کر مخاطب کرنے کی ممانعت بھی بے سود ہو جاتی ہے، کیونکہ صحابہ کرام آپ ﷺ کو ''رَاعِنَا'' کہتے وقت وہ معنی مراد نہیں لیتے تھے جو منافقین کے ذہن میں ہوتا تھا۔

سیدھی سی بات ہے کہ جب ''رَاعِنَا'' کہنے سے اہل ایمان کو منع کر دیا گیا تو پھر کسی معنی میں بھی آپ کو ''رَاعِنَا'' سے مخاطب کرنا جائز نہیں رہا۔ اسی طرح جب آپ ﷺ کو رجل مسحور کہنا اللہ تعالیٰ نے ظالموں اور گمراہوں کا قول قرار دے دیا تو پھر کسی معنی میں بھی آپ ﷺ کو مسحور کہنا ہمیشہ کے لئے ناجائز ہو گیا۔

ہمیں مودودی صاحب سے کوئی عناد نہیں ہے، بلکہ ہم تو ان کی علمیت اور محققانہ روش کے معترف ہیں۔ قارئین سیدالوریٰ جانتے ہیں کہ ہم نے سابقہ جلدں میں متعدد مقامات پر ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے اور ان کا حوالہ دیا ہے۔ مگر یہاں انہوں نے چونکہ تحقیقی رویہ اختیار نہیں کیا اس لئے ہمیں ان سے اختلاف کرنا پڑا، ورنہ جادو کی کہانیوں پر یقین کرنے والے تو اور بھی بہت ہیں مگر وہ چونکہ بے لاگ تحقیق کے دعویدار نہیں ہیں اس لئے ہمیں ان سے کوئی گلہ

نہیں ہے۔



مودودی صاحب کے برعکس ان کے ایک ہم مشرب مصری محقق سید قطب شہید نے شان رسالت اور اصول و قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت عمدہ گفتگو کی ہے۔ چنانچہ روایات سحر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ولکن هذه الروايات، تخالف اصل العصمة النبوية فی الفعل والتبليغ، ولا تستقيم مع الاعتقاد بان كل فعل من افعاله ﷺ وكل قول من اقواله سنة و شريعة، كما انها تصطدم بنفی القرآن من الرسول ﷺ انه مسحور وتكذيب المشركين فيما كانوا يدعونه من الافک، ومن ثم نستبعد هذه الروايات. واحاديث الآحادلا يؤخذ بها فی امر العقيدة. والمرجع هو القرآن. والتواتر شرط للاخذ بالاحاديث فی اصول الاعتقاد. وهذه الروايات ليست من المتواتر--- فضلاً على ان نزول هاتين السورتين فی مكة هو الراجح، مما يوهن اساس الروايات الاخرى.''(۱)

(لیکن یہ تمام روایات اس اصل کے خلاف ہیں کہ نبی ﷺ اپنے ہر کام اور تبلیغ میں معصوم ہیں اور اس عقیدے کے ساتھ بھی مطابقت نہیں رکھتیں کہ آپ ﷺ کے افعال میں سے ہر فعل اور اقوال میں سے ہر قول سنت اور شریعت ہے۔ نیز قرآن نے جو آپ کے مسحور ہونے کی نفی کی ہے اور کفار کے اس بہتان کی تکذیب کی ہے، یہ روایات اس سے بھی متصادم ہیں۔ اسی وجہ سے ہم ان کو صحت سے دور سمجھتے ہیں۔ (اگر بالفرض صحیح بھی ہوں تو زیادہ سے زیادہ یہ اخبار آحاد ہیں) اور عقیدے کے معاملے میں اخبار آحاد سے استدلال نہیں کیا جا سکتا بلکہ قرآن کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ احادیث کو بنیادی عقائد کے لئے دلیل اسی صورت میں بنایا جا سکتا ہے

(۱) فی ظلال القرآن، ج ۸، ص ۷۱۰۔

جب وہ متواتر ہوں اور یہ روایتیں متواتر نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ ترجیحی اور قوی بات یہی ہے کہ یہ سورتیں مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔ اس صورت میں ان دوسری روایات کی بنیاد ہی کمزور پڑ جاتی ہے۔ (جن میں یہ ذکر ہے کہ یہ سورتیں جادو کی گانٹھیں کھولنے کے لئے نازل ہوئی تھیں۔)

سید قطب کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ روایات سحر چار وجہوں سے مردود ہیں

(۱) یہ روایات اس بنیادی عقیدے کے خلاف ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے فعل اور تبلیغ میں معصوم ہیں اور آپ ﷺ کا ہر فعل اور قول شریعت اور سنت ہے۔

(۲) اس آیت قرآنیہ سے معارض ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کو مسحور کہنا ظالموں کا قول قرار دیا گیا ہے۔

(۳) یہ اخبار آحاد ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا جادو سے متاثر ہو سکنا یا نہ ہو سکنا، عقیدے کا مسئلہ ہے اور عقائد میں اخبار آحاد کارآمد نہیں ہوتیں۔

(۴) ترجیحی قول کے مطابق ان سورتوں کا نزول مکہ میں ہوا تھا اس لئے جادو کی گانٹھیں کھولنے کے لئے ان کا نازل ہونا بنیادی طور پر کمزور بات ہے۔

ان وجوہ میں سے نمبر ۲ اور نمبر ۴ کی وضاحت سابقہ صفحات میں بخوبی ہو چکی ہے۔ نمبر ۱، اور نمبر ۳ میں بھی اہل علم کے لئے تو کوئی الجھن نہیں ہے، البتہ عام قاری شاید فی الحال ان کا مفہوم پوری طرح نہ سمجھ سکے مگر آئندہ صفحات میں جب ہم ان روایتوں پر عقل و نقل کی روشنی میں گفتگو کریں گے تو یہ دونوں باتیں بھی انشاء اللہ واضح ہو جائیں گی۔

جو لوگ روایات سحر کو من و عن صحیح سمجھتے ھیں قرآن کریم کے لحاظ سے ان کے نظریات کا اجمالی جائزہ مکمل ھوا۔

آج کل اہل علم کا ایک گروہ جس میں اہل حدیث حضرات پیش پیش ہیں یہ نظریہ لے کر اٹھا ہے کہ بخاری و مسلم کی روایات سحر کے علاوہ باقی تمام روایتیں سند کے اعتبار سے ضعیف اور کمزور ہیں اس لئے ہم ان کو نہیں مانتے، البتہ بخاری و مسلم کی روایات کا صحیح ہونا شک و شبے سے

بالاتر ہے اس لئے ان کو بہر حال تسلیم کرنا پڑے گا۔

اور ان میں

نہ تو رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں التباس کا ذکر ہے

نہ کھانا پینا بند ہونے کا

نہ بدن گھلنے کا

نہ زلفیں جھڑنے کا

نہ صحابہ کرام کی عیادت کرنے کا

نہ آخری سورتیں نازل ہونے کا

اس لئے یہ سب باتیں غلط ہیں۔ اصل واقعہ اتنا ہی ہے جتنا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے اور ہم اسی کو درست مانتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جن روایتوں میں جادو کے مندرجہ بالا اثرات مذکور ہیں، وہ سب ضعیف اور کمزور ہیں، تو اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی طرح جادو کی گرہیں کھولنے کے موقع پر آخری سورتوں کا نازل ہونا بھی کلبی کا خود ساختہ قصہ ہے۔ البتہ یہ خیال درست نہیں کہ صحیح بخاری کی روایات سحر ہر قسم کے شک و شبے سے بالاتر ہیں، کیونکہ گذشتہ صفحات میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ ان میں بیان کئے گئے دو اثرات، یعنی حافظے میں کمی اور مردانہ طاقت کا رو بعمل نہ ہونا اگر درست تسلیم کر لئے جائیں تو آپ ﷺ کی معجزانہ قوتوں کا تعطل لازم آتا ہے حالانکہ معجزے کے مقابلے میں جادو کامیاب ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سَاحِرٍ وَّلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝ سے واضح ہے۔ نیز دیگر روایات کی طرح یہ روایتیں بھی اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ کے منافی ہیں اس لئے قابل تسلیم نہیں ہیں۔ تاہم ان آیات کی اگر کوئی اور توجیہہ و تاویل کر لی جائے اور روایات کو صحیح ماننے پر اصرار کیا جائے تو ہم بصد ادب عرض کریں گے کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ان کی صحت خاصی مشتبہ ہے۔ ان کے متن میں تضادات کی

بھرمار ہے اور ان میں جس روایت کو بلحاظ سند سب سے زیادہ قوی تسلیم کیا گیا ہے' اس کی سند درحقیقت سخت مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ تو آیئے پہلے ایک روایت سند' متن اور ترجمے کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے' اس کے بعد مزید گفتگو ہوگی۔

❁❁❁

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ابْنُ اِسْمَاعِيْلَ ' قَالَ : حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَـائِشَةَ رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ : سُحِرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰى اِنَّه' لَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّه' فَعَلَ الشَّیْئَ وَمَا فَعَلَه' حَتّٰى اِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ' وَهُوَ عِنْدِىْ' دَعَا اللهَ وَ دَعَاهُ' ثُمَّ قَالَ : اَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ ! اَنَّ اللهَ قَدْ اَفْتَانِىْ فِيْمَا اسْتَفْتَيْتُه' فِيْهِ ؟ قَالَتْ : وَمَا ذَاكَ يَـا رَسُوْلَ اللهِ!؟ قَالَ : جَـاءَ نِـىْ رَجُلَانِ فَـجَـلَسَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِىْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَـیَّ' ثُمَّ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ : مَـا وَجْعُ الرَّجُلِ ؟ قَالَ : مَطْبُوْبٌ . قَالَ وَمَنْ طَبَّه' ؟ قَالَ : لَبِيْدُ ابْنُ الْاَعْصَمِ الْيَهُوْدِیُّ مِنْ بَنِیْ زُرَيْقٍ . قَالَ : فِيْمَاذَا ؟ قَالَ : فِیْ مُشْطٍ وَ مُشَاطَةٍ وَ جُفِّ طَلْعَةِ ذَكَرٍ . قَالَ : فَـاَيْنَ هُوَ ؟ قَالَ : فِیْ بِئْرِ ذِیْ اَرْوَانَ . فَـذَهَـبَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ اُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ اِلَى الْبِئْرِ فَنَظَرَ اِلَيْهَا' وَ عَلَيْهَا نَخْلٌ' ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَ : وَاللهِ لَـكَـاَنَّ مَـاءَ هَـا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَ لَكَاَنَّ نَخْلَهَا رُؤُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ. قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ اَفَاَخْرَجْتَه' ؟ قَالَ :لَا' اَمَّا اَنَا فَقَدْ عَافَانِیَ اللهُ وَ شَفَانِیْ' وَ خَشِيْتُ اَنْ اُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا' وَ اَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ . (۱)

حدیث بیان کی ہم سے عبید ابن اسماعیل نے ابواسامہ سے' اس نے ہشام سے' اس نے اپنے باپ سے' اس نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا' یہاں تک کہ آپ کو خیال آتا تھا کہ آپ ﷺ نے یہ کام کرلیا ہے حالانکہ نہیں کیا ہوتا تھا۔ آخر ایک دن آپ نے بار بار دعا

(۱) صحیح البخاری' مطبوعہ اصح المطابع' ج ۲' کتاب الطب' باب السحر' ص ۸۵۸۔

کی۔ پھر فرمانے لگے---''عائشہ! کیا تجھے پتہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جس سلسلے میں جواب چاہا تھا' وہ مجھے مل گیا ہے؟'' میں نے کہا---''وہ کس طرح یارسول اللہ!؟'' فرمایا---''میرے پاس دو مرد آئے' ان میں سے ایک میرے سر کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں والی جانب۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا---''اس عظیم انسان کو کیا دکھ ہے؟'' دوسرے نے کہا---''ان پر جادو کیا گیا ہے۔؟'' پہلے نے کہا---''کس نے کیا ہے؟'' دوسرے نے کہا---''لبید ابن اعصم یہودی نے' جو بنی زریق سے ہے۔'' پہلے نے کہا---''کس چیز میں جادو کیا ہے؟'' دوسرے نے کہا---''کنگھی میں اور کنگھی سے نکلنے والے بالوں میں اور نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں۔'' پہلے نے کہا---''اب وہ کہاں ہے؟'' دوسرے نے کہا---''ذی اروان نامی کنویں میں۔''

چنانچہ نبی ﷺ اپنے اصحاب میں سے چند افراد کے ساتھ اس کنویں پر گئے اور اس کو دیکھا۔ اس پر کھجوروں کے درخت تھے۔ پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس آئے اور فرمایا---''اللہ کی قسم! اس کا پانی ایسا ہے جیسے اس میں مہندی ڈبوئی گئی ہو اور اس کے اوپر کھجوروں کے درخت یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔''

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا---''کیا آپ نے اس کو (سامان جادو کو) نکالا ہے؟''

فرمایا---''نہیں' کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے شفا اور عافیت نصیب فرما دی ہے اور مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں میں اس وجہ سے لوگوں میں جھگڑا پھیلانے کا سبب نہ بن جاؤں۔''

پھر آپ کے حکم سے کنواں پاٹ دیا گیا۔

❁❁❁

امام بخاری نے اس روایت کو اپنی کتاب میں چھ مقامات پر ذکر کیا ہے۔ ایک مقام پر اختصار سے اور پانچ جگہ تفصیل سے۔

(۱) ج ۲، کتاب الطب، باب السحر / ۲، ص ۸۵۸.

(۲) ج ۲، کتاب الجهاد، باب هل یعفی عن الذمی اذا سحر، ص ۴۵۰ (مختصراً)

(۳) ج ۱ کتاب الدعوات، باب تکریر الدعاء، ص ۹۴۵.

(۴) ج ۲، کتاب الطب، باب هل یستخرج السحر ؟، ص ۸۵۸.

(۵) ج ۱، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس و جنوده، ص ۴۶۲.

(۶) ج ۲، کتاب الطب، باب السحر / ۱ ص ۸۵۷.

متن میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نمبر (۱) والی حدیث ہے۔ آئندہ گفتگو میں ہم بغرض اختصار ان روایات کا ذکر مندرجہ بالا نمبروں کے حوالے سے کریں گے۔

ان روایتوں میں دو جگہوں پر شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک جادو کے اثرات بیان کرنے میں، دوسرے سامان جادو کنویں سے نکالنے کے سلسلے میں۔

جادو کے اثرات میں تعارض

روایات نمبر۱، ۲، ۳، میں اثبات اور نفی دونوں ماضی کے معنی رکھتے ہیں۔ یعنی

فَعَلَ الشَّیْءَ وَمَا فَعَلَه، --- صَنَعَ شَیْأً وَلَمْ یَصْنَعْ --- قَدْ صَنَعَ الشَّیْءَ وَمَا صَنَعَه،

تینوں کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ خیال کرتے تھے کہ یہ کام کر چکے ہیں حالانکہ نہیں کیا ہوتا تھا۔

اس صورت میں جادو کا اثر آپ ﷺ کے حافظے پر ہوگا، یعنی آپ ﷺ کو یاد نہیں رہتا تھا کہ یہ کام نہیں کیا ہے بلکہ اس کو کیا ہوا خیال کرتے تھے۔

روایات نمبر۴ اور ۵ میں اثبات و نفی دونوں بصیغہ مضارع مذکور ہیں لیکن نمبر۴ میں صرف عورتوں والے مسئلے کا ذکر ہے جبکہ نمبر۵ عام کاموں کے بارے میں ہے۔

نمبر۴ کے الفاظ یہ ہیں --- یَأْتِیْ النِّسَاءَ وَلَا یَأْتِیْهِنَّ (آپ ﷺ خیال کرتے تھے) کہ عورتوں کے پاس آ سکتے ہیں مگر نہیں آ سکتے تھے۔

نمبر۵ کی عبارت یوں ہے --- یَفْعَلُ الشَّیْءَ وَمَا یَفْعَلُه، (آپ ﷺ خیال کرتے تھے کہ یہ کام کر سکتے ہیں مگر نہیں کر سکتے تھے۔

ان دونوں صورتوں میں جادو کا اثر آپ ﷺ کی قوت کار پر ہوگا۔ یعنی آپ کی کارکردگی کی طاقت کمزور پڑ گئی تھی مگر نمبر۴ کے مطابق کارکردگی کا یہ ضعف عورتوں والے معاملے کے ساتھ مخصوص تھا یعنی آپ ﷺ کی مخصوص قوت بوقت ضرورت روبعمل نہیں ہوتی تھی جبکہ نمبر۵ کا مفہوم یہ ہے کہ ہر کام میں یہی صورت حال ہوتی تھی۔

نمبر ۶ میں راوی نے اثبات میں مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور نفی میں ماضی کا --- یَفْعَلُ الشَّیْءَ وَمَا فَعَلَه، جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہوگا کہ آپ ﷺ خیال کرتے تھے کہ یہ کام کر سکتے ہیں حالانکہ نہیں کیا ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بے معنی بات ہے۔ اس کو بامعنی بنانے کے لئے یا تو مضارع کو ماضی کے معنی میں کرنا پڑے گا یا ماضی کو مضارع کے معنی میں۔ پہلی صورت میں یہ عبارت، نمبر۱، نمبر۲، نمبر۳، کے ہم معنی ہو جائے گی اور دوسری صورت میں نمبر۵ کے ہم معنی ہوگی۔

بہر حال مجموعی طور پر ان روایات سے جادو کے تین اثرات ظاہر ہوتے ہیں

(۱) --- حافظے پر اثر (۲) --- مخصوص قوت کا روبکار نہ ہونا (۳) --- عام کارکردگی میں کمی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ ساری باتیں ہوئی تھیں یا ان میں سے کوئی ایک واقع ہوئی تھی؟ ساری باتیں ہونا تو اس لئے ناقابل فہم ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے اور روایت بھی بنیادی طور پر ایک ہی ہے کیونکہ ان تمام روایتوں کے پہلے تین راوی مشترک ہیں۔ یعنی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے بھانجے عروہ روایت کرتے ہیں اور عروہ سے ان کے بیٹے ہشام۔ آگے ہشام کے بہت سے شاگرد ہیں اس لئے یہ روایتیں متعدد نظر آتی ہیں۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی واقعہ میں ایک ہی راوی یعنی ہشام کسی شاگرد کو ایک بات بتائیں، کسی کو دوسری اور کسی کو تیسری!

اگر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ تینوں اثرات بیان کئے تھے تو ہشام کو بھی ہر روایت میں تینوں کا ذکر کرنا چاہئے تھا اور اگر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان میں سے کسی ایک کا ذکر کیا

تھا تو ہشام کو بھی اسی پر انحصار کرنا چاہئے تھا۔ یا کم از کم کسی ایک روایت میں تینوں کا ذکر کر دینا چاہئے تھا۔ اس کے بعد اگر باقی روایتوں میں کوئی ایک ہی اثر بیان کرتے تو کہا جا سکتا تھا کہ یہاں ہشام نے اختصار ملحوظ رکھا ہے۔ مگر تینوں کو یکجا ذکر کرنا تو کجا' انہوں نے دو اثرات بھی کسی روایت میں ایک جگہ بیان نہیں کئے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان میں سے کوئی ایک اثر ہی بیان کیا تھا' آگے ہشام کبھی اس کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں' کبھی مضارع سے۔ کہیں اس کو عام کر دیتے ہیں اور کہیں عورتوں والے معاملے کے ساتھ مخصوص۔ ہشام کو بڑھاپے میں نسیان ہو گیا تھا۔ اگرچہ علامہ ذہبی کے بقول اتنا زیادہ نہیں ہوا تھا کہ ان کو تغیر اور اختلاط (۱) کا مریض سمجھا جائے' تاہم کچھ نہ کچھ فرق ضرور پڑ گیا تھا۔ ابوالحسن ابن قطان تو ان کو اختلاط و تغیر میں مبتلا قرار دیتے ہیں مگر علامہ ذہبی ان کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

احد الاعلام' حجة امام' لكن فى الكبر تناقص حفظه' ولم يختلط ابدًا' ولا عبرة بما قاله ابو الحسن ابن القطان :من انه هو و سهيل ابن ابى صالح اختلطا و تغيرا. نعم' الرجل تغير قليلا ولم يبق حفظه كهو فى حال الشبيبة' فنسى بعض محفوظه او وهم' فكان ماذا---! اهو معصوم عن النسيان ؟(۲)

(بڑے علماء میں سے ایک ہیں' حجت اور امام ہیں لیکن بڑھاپے میں ان کا حافظہ کم ہو گیا تھا' تاہم اختلاط میں کبھی مبتلا نہیں ہوئے۔ اور ابوالحسن ابن القطان کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے کہ ہشام اور سہیل ابن ابی صالح دونوں کو اختلاط اور تغیر ہو گیا تھا۔ ہاں' یہ ضرور ہے کہ ہشام میں تھوڑی سی تبدیلی آ گئی تھی اور ان کا حافظہ ویسا نہیں رہا تھا جیسا کہ جوانی میں ہوا کرتا تھا' اس لئے اپنی یادداشت میں محفوظ بعض چیزوں کو بھول جاتے تھے یا ان کو وہم ہو جاتا تھا' مگر اس

(۱) اگر نسیان اتنا بڑھ جائے کہ روایات میں غلطیاں اور درستگیاں مساوی ہو جائیں یا درستگیوں سے غلطیاں زیادہ ہو جائیں تو محدثین کی اصطلاح میں اس کو اختلاط کہتے ہیں اور جس راوی میں یہ خامی پائی جاتی ہے اسکو مختلط کہا جاتا ہے۔ (۲) میزان الاعتدال ج ۳' ص ۵۵۲۔

سے کیا ہوتا ہے' کیا وہ نسیان سے معصوم تھے!؟)

ہمارا مقصد بھی ان کو اختلاط کا مریض ثابت کرنا نہیں' ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کو تھوڑا بہت نسیان اور وہم ہو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے انہوں نے اپنے والد سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جو الفاظ سنے ہوں وہ بھول گئے ہوں' اس لئے کبھی ماضی' کبھی مضارع' کبھی خاص اور کبھی عام لفظوں سے تعبیر کر دیتے ہوں۔ (۱)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خود کوئی ایک ہی اثر بیان کرتے ہوں' آگے شاگردوں نے تعبیرات مختلف کر دی ہوں۔ بہرحال یہ کام خود ہشام نے کیا ہو یا ان کے تلامذہ نے' اب یہ جاننے کی کوئی صورت نہیں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اصل الفاظ کیا تھے اور رسول اللہ ﷺ پر سحر کا درحقیقت کیا اثر مرتب ہوا تھا---! حافظہ متاثر ہوا تھا' مخصوص قوت میں فرق واقع ہوا تھا' عمومی کارکردگی پر اثر پڑا تھا' یا یہ ساری باتیں ہو گئی تھیں؟

اگر کہا جائے کہ عربی میں ماضی اور مضارع ایک دوسرے کے معنی میں آتے رہتے ہیں اس لئے کسی ایک کو دوسرے کے معنی میں کر کے یہ اختلاف دور کیا جا سکتا ہے' تو جواباً عرض ہے کہ بے شک ایسا ہو سکتا ہے مگر اس کے لئے کسی قرینے کا ہونا ضروری ہے' جبکہ یہاں ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے جس کی بنا پر ہم فیصلہ کر سکیں کہ ماضی کو مضارع کے معنی میں کرنا ہے یا مضارع کو ماضی کے معنی میں۔ ایسی صورت میں ہم جو طریقہ بھی اختیار کریں گے وہ ظن و گمان پر مبنی ہوگا اور گمان پر حقائق کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ تاہم بعض علماء نے محض اپنے تخیل کے سہارے ایسی کوششیں کی ضرور ہیں۔ مثلاً ایک گروہ نے عورتوں والے معاملے سمیت سب عبارات کو ماضی کے معنی میں لیا ہے۔ ان کے نزدیک **يَفْعَلُ الشَّيْئَ وَمَا يَفْعَلُه** بھی ماضی کے معنی میں ہوگا' یعنی آپ ﷺ خیال کرتے تھے کہ یہ کام کر چکے ہیں حالانکہ نہیں کیا ہوتا تھا اور **يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِن** کا

(۱) یہ امکانات و احتمالات اس صورت میں ہیں جب یہ فرض کر لیا جائے کہ جادو کے یہ اثرات عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ کو اور عروہ نے ہشام کو بتائے ہیں' حالانکہ یہی بات مشتبہ ہے مگر اس کی وضاحت کے لئے آپ کو کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔

مفہوم بھی یہ ہوگا کہ آپ ﷺ خیال کرتے تھے کہ بیویوں کے پاس ہو آئے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا۔ مودودی صاحب نے بھی ماضی والے ترجمے کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے

''کسی کام کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ وہ کرلیا ہے مگر نہیں کیا ہوتا تھا' اپنی ازواج کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ آپ ﷺ ان کے پاس گئے ہیں مگر نہیں گئے ہوتے تھے۔''

یَفۡعَلُ کو فَعَلَ اور یَاتِیۡ کو اَتٰی کے معنی میں لے جانے کے لئے اگرچہ کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہیں ہے' تاہم اس کا یہ فائدہ ضرور ہے کہ اس طرح روایات سے اختلاف رفع ہوجاتا ہے اور تمام روایتوں کا مفہوم ایک ہی ہوجاتا ہے کہ بیویوں کے پاس جانے سمیت ہر معاملے میں آپ کا حافظہ متاثر ہوگیا تھا اور آپ ﷺ نے جو کام نہیں کیا ہوتا تھا اس کے بارے میں یہ سمجھتے رہتے تھے کہ میں یہ کام کرچکا ہوں۔

لیکن

اس صورت میں نہ تو آپ ﷺ کی تبلیغ کا مکمل ہونا یقینی رہتا ہے' نہ آپ ﷺ کے ہر قول و فعل کو شریعت اور اسوہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حافظے کی خرابی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ آدمی کوئی کام کرچکا ہو اور سمجھتا رہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا' مثلاً نماز پڑھ چکا ہو اور یہ سمجھے کہ نہیں پڑھی ہے۔ اس طرح کی خرابی دینی اعتبار سے کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچاتی' زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ نماز دوبارہ پڑھ لے گا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی کام نہ کیا ہو اور سمجھے کہ کرچکا ہوں' مثلاً نماز نہ پڑھی ہو اور خیال کرے کہ پڑھ چکا ہوں۔ اس صورت میں اس کو گناہ تو کوئی نہیں ہوگا کیوں کہ نسیان معاف ہے مگر نماز بہرحال رہ جائیگی۔

روایات سحر میں رسول اللہ ﷺ کے لئے جو نسیان ثابت کیا جارہا ہے وہ دوسرے قسم کا ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے ایک کام نہیں کیا ہوتا تھا اور یہ خیال کرتے تھے کہ کرچکا ہوں۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ یہ بات کتنے ہولناک امکانات کو جنم دیتی ہے---! مثلاً ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ

پر کوئی وحی نازل ہو اور آپ ﷺ یہ سمجھتے رہیں کہ میں لوگوں تک اس کو پہنچا چکا ہوں حالانکہ نہ پہنچائی ہو---! نہ جانے مسحوریت کے طویل دور میں کتنی دفعہ وحی اتری ہو اور آپ ﷺ نے لوگوں تک نہ پہنچائی ہو اور سحر کی وجہ سے یہی سمجھتے رہے ہوں کہ میں پہنچا چکا ہوں---! معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!!

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ جادو کا اثر صرف آپ کی ذات پر ہوا تھا' نبوت سے متعلقہ معاملات اس سے محفوظ رہے تھے' خوش عقیدگی کی حد تک تو درست ہے لیکن اگر کوئی غیر مسلم ہم سے سوال کرے کہ تمہارے پیغمبر تو کچھ عرصہ تک جادو کے زیر اثر رہے تھے جس کی وجہ سے نہ کئے ہوئے کام کو کیا ہوا خیال کرتے تھے' پھر تم لوگ کس بنا پر دعویٰ کرتے ہو کہ تمہاری کتاب کامل و مکمل ہے؟ ہوسکتا ہے کہ مسحوریت کے زمانے میں جو وحی تمہارے پیغمبر پر اتری ہو وہ انہوں نے لوگوں کے سامنے بیان ہی نہ کی ہو اور یہ سمجھتے رہے ہوں کہ میں بیان کرچکا ہوں---تو بتایئے اس کا کیا جواب ہوگا؟ محض یہ کہہ دینے سے کہ توبہ توبہ یہ کیسے ہوسکتا ہے' یا ایسا ہرگز نہیں ہوا تھا' تو مسئلہ حل نہیں ہوسکتا' جب تک یہ ثابت نہ کردیا جائے کہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں' اور ان روایات کو درست مان کر' یہ ثابت کرنا نہ صرف مشکل بلکہ قطعی محال ہے۔

مختلف روایات میں تطبیق دینا اچھی بات ہے لیکن اس شوق میں اگر آدمی اپنے دین کی بنیاد ہی کو مشکوک کر بیٹھے تو اس کو عقلمندی ہرگز نہیں کہا جاسکتا---!



محدثین نے اس الجھن سے نکلنے کی متعدد کوششیں کی ہیں اور کئی طرح کی توجیہیں اور تاویلیں بیان کی ہیں مگر کوئی بھی قابل اطمینان حل پیش نہیں کرسکے' اس لئے علامہ قاضی عیاض نے ان سے ہلکا سا گریز کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آپ ﷺ کے حافظے اور دماغ پر جادو کا کوئی اثر نہیں پڑا تھا بلکہ صرف جسم متاثر ہوا تھا' جس طرح دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کی نظر میں التباس پیدا ہوگیا تھا۔

قاضی صاحب کی توجیہات کے مطابق مضارع اور ماضی دونوں اپنے اپنے معنی میں رہتے

ہیں' البتہ يَفْعَلُ الشَّيْءَ کو يَاتِي النِّسَاءَ کے ساتھ خاص کرنا پڑتا ہے۔ یعنی---''آپ ﷺ خیال کرتے تھے کہ یہ کام کر سکتے ہیں مگر نہیں کر سکتے تھے''----میں ''کام'' سے مراد عورتوں کے پاس جانا ہے اور دونوں عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ خواہش کے باوجود بیویوں کے پاس جانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ اس کی مزید وضاحت کرنے کے لئے قاضی صاحب اور ان کے شارحین نے جو تفصیلات بیان کی ہیں' ان کو پڑھئے اور سر دھنئے!

(ویکون معنی قوله :انه یاتی اهله ولا یاتیهن' ای یظهر له من نشاطه)... فی الا ساس : رجل نشیط' طیب النفس للعمل (ومتقدم عادته) ای ما اعتاده ﷺ قبل السحر (القدرة علی النساء).... ای قدرته و قوته علی جماعهن (فاذادنی منهن) ای قرب منهن لیجا معهن (اصابته اخذة السحر).... وهی امر یتخذه السحرة یحبس المرء عن انتشار آلة الجماع ... (فلم یقدر علی اتیانهن.... الخ(۱)

اس عبارت کا ترجمہ کرنے سے حیا مانع ہے۔ نہ جانے اتنے بڑے بڑے محدثین کس طرح جان دوعالم ﷺ کی زندگی کے انتہائی خفیہ گوشوں اور خالص پرائیویٹ معاملات کو سرعام زیر بحث لے آئے---اور وہ بھی ایسی فاش تشریحات اور واشگاف تعبیرات کے ساتھ کہ الا مان والحفیظ!!!

بہر حال مضارع والے صیغوں کو تو قاضی صاحب نے مندرجہ بالا طریقے سے جسمانی تکلیف پر حمل کر دیا ہے مگر ماضی والے صیغوں کی الجھن پھر بھی باقی رہ گئی کیونکہ ان میں تو واضح طور پر آپ ﷺ کا حافظہ متاثر ہونے کا ذکر ہے۔ یعنی---''خیال کرتے تھے کہ یہ کام کیا ہے حالانکہ نہیں کیا ہوتا تھا۔'' اس کا جواب قاضی صاحب نے یہ دیا ہے کہ حافظے پر اثر والی روایات کو التباس نظر والی روایت پر منطبق کیا جائے گا اور فعل سے عام فعل نہیں' بلکہ فعل رؤیت مراد ہوگا۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں

(۱) شرح شفا للخفاجی' ج ۴' ص ۲۵۴۔

ویکون قول عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فی الروایة الاخری :انه یخیل الیه انه فعل الشیئی وما فعله' من باب ما اختل من بصره' فیظن انه رای شخصامن ازواجه او شاهد فعلا من غیره' ولم یکن علی ما یخیل الیه' لما اصابه فی بصره وضعف نظره' لا لشیئی طرء علیه فی میزه.

(اور دوسری روایت میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کہنا کہ آپ خیال کرتے تھے کہ یہ کام کیا ہے حالانکہ نہیں کیا ہوتا تھا' اس قسم سے ہوگا جو آپ کی بصارت میں خلل سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی آپ گمان کرتے تھے کہ اپنی کسی بیوی کو دیکھا ہے یا کسی اور کو کوئی کام کرتے دیکھا ہے' حالانکہ ہوتا اس طرح نہیں تھا جیسے آپ خیال کرتے تھے۔ اور یہ اس لئے ہوتا تھا کہ آپ کی بصارت متاثر ہوگئی تھی اور نظر کمزور پڑ گئی تھی' نہ اس وجہ سے کہ آپ کی قوت عقلیہ کسی عارضے میں مبتلا ہوگئی تھی۔)

قاضی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ فَعَلَ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَه' سے مراد یہ ہوگی کہ رای الشیئی ومار آه (آپ خیال کرتے تھے کہ میں نے اس چیز کو دیکھا ہے حالانکہ نہیں دیکھا ہوتا تھا) یعنی جادو کی وجہ سے آپ کی نظر اس قدر کمزور ہوگئی تھی کہ اپنے پرائے میں تمیز نہیں کر سکتے تھے اور کسی خاتون کو دیکھ کر خیال کرتے تھے کہ اپنی فلاں زوجہ کو دیکھا ہے حالانکہ اس زوجہ کو نہیں دیکھا ہوتا تھا بلکہ کسی اور زوجہ یا اجنبی عورت کو دیکھا ہوتا تھا۔ اسی طرح کسی آدمی کو کوئی کام کرتا ہوا دیکھتے تھے تو ضعف بصارت کی وجہ سے اسے کسی اور کام میں مشغول سمجھ لیتے تھے۔ مثلاً کسی شخص کے بارے میں خیال کرتے تھے کہ میں نے اسے شمشیر زنی کرتے ہوئے دیکھا ہے حالانکہ شمشیر زنی کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوتا تھا بلکہ کوئی اور کام کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تھا۔

اس توجیہ کو قاضی صاحب نے اگرچہ بہت عمدہ قرار دیا ہے مگر ایک عام عربی دان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر بعید اور دور از کار تعبیر ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کی نظر کو اتنا کمزور قرار دینا کہ ازواج مطہرات اور اجنبی عورتوں میں امتیاز نہ کر سکیں' کسی طور بھی شایان شان

رسالت نہیں ہے۔(۱)

قاضی صاحب کے عشق رسول ﷺ پر ان کی یہی کتاب ''الشفاء'' شاہد ہے اور ہم ان کی عظمت کے تہہ دل سے قائل ہیں، مگر روایات سحر کے لئے محمل کی تلاش میں وہ اتنے دور نکل گئے ہیں کہ ہم ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

پھر یہ ساری کاوش اس تصور پر مبنی ہے کہ سحر کا اثر صرف رسول اللہ ﷺ کے جسم پر ہوُا تھا' حالانکہ یہ محض ایک مفروضہ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ چونکہ سحر کی دوسری روایات میں مختلف قسم کے جسمانی عوارض کا بیان ہے اس لئے **فعل الشیئی وما فعله** سے بھی جسمانی عارضہ مراد لینا چاہئے' تو کوئی دلیل نہ ہوئی کیونکہ سحر کے اثرات متعدد ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کے جسم پر بھی اثر ہوُا ہو جیسا کہ باقی روایات میں ہے اور دماغ بھی متاثر ہوُا ہو جیسا کہ **فعل الشیئی ومافعله** والی روایت سے ظاہر ہے۔ اگر کچھ روایات میں بدنی تکالیف کا ذکر ہے تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ بدنی تکالیف کے علاوہ اور کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔!!

بہرحال یہ ناقابل حل مسائل ہیں کہ سحر کے اثر سے رسول اللہ ﷺ کا حافظہ متاثر ہوُا تھا' عام کارکردگی پر اثر پڑا تھا' مخصوص قوت میں کمی واقع ہوئی تھی' یا یہ ساری باتیں ہوگئی تھی؟ ماضی کے صیغوں کو مضارع کے معنی میں کریں گے' مضارع کے الفاظ کو ماضی کے مفہوم میں لے جائیں گے یا دونوں کو اپنے اپنے معنی پر رکھیں گے؟ اگر اپنے معنی پر رکھیں گے تو حقیقی معنی پر یا مجازی پر یا

(۱) جس منقطع روایت سے آپ ﷺ کی نظر کو کمزور ثابت کیا جا رہا ہے اس کا اپنا مفہوم تو یہ ہے کہ نظر بالکل ہی چلی گئی تھی مگر ایک دوسری روایت کو ساتھ ملا کر آپ کی بصارت کو مکمل طور پر ضائع ہونے سے بچا لیا گیا ہے' تاہم ختم ہونے کے قریب بہرحال پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ علامہ خفاجی ''انکر بصره'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں--- یعنی تغیرت قوته الباصرة عما كانت عليه قبل ان يسحر ' لا انه فقده بالكلية ' لما في بعض روايات الحديث السابقة: حتى كاد ينكر بصره' اى قارب فقده ولم يفقده. نسیم الریاض ج ۴ص ۲۵۳ (یعنی آپ کی بصارت ایسی نہیں رہی تھی جیسی سحر سے پہلے تھی' یہ مراد نہیں ہے کہ بالکل ہی ختم ہوگئی تھی کیونکہ بعض روایات میں حتى كاد ينكر بصره کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ختم ہونے کے قریب پہنچ گئی تھی' اگرچہ بالکل زائل نہیں ہوئی تھی۔)

اللہ اکبر! کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں روایات سحر کا مفہوم متعین کرنے کے لئے۔!!!

بعض کو حقیقی پر اور بعض کو مجازی پر؟ الغرض جو صورت بھی اختیار کریں گے وہ ایک نئی الجھن پر منتج ہوگی' اس لئے ان تہہ در تہہ الجھنوں کو ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیجئے جو رسول اللہ ﷺ کو جادو زدہ مانتے ہیں اور آیئے ان روایات میں پائے جانے والے ایک اور واضح تضاد اور کھلے تعارض کا تماشا دیکھئے!



یہ اختلاف جادو کو کنویں سے نکالنے یا نہ نکالنے کے بارے میں ہے۔(۱)

گزشتہ چھ روایات میں سے نمبر ۲ میں تو یہ حصہ مذکور ہی نہیں۔ بقیہ پانچ میں سے چار روایات کے مطابق جادو نہیں نکالا گیا۔ نمبر ۱' اور ۵' میں تو خود رسول اللہ ﷺ نے صاف لفظوں میں جادو نکالے جانے سے انکار فرمایا ہے اور نمبر ۳' ۶ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال میں نفی موجود ہے۔

نمبر ۱ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کا سوال جواب یوں بیان ہوُا ہے۔

قُلتُ: يَا رَسُوْلَ الله ! اَفَاَخرَ جْتَه''؟ قَالَ: لَا' اَمَّا اَنَا فَقَدْعَا فَانِيَ اللهُ وَ شَفَانِي.

(میں نے پوچھا---''یارسول اللہ! کیا آپ نے اس کو نکالا ہے؟'' آپ نے جواب دیا---''نہیں' کیوں کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے عافیت اور شفا دے دی ہے۔'')

نمبر ۵ کے الفاظ اس طرح ہیں

قُلتُ: اِسْتَخرَ جْتَه''؟ قَالَ: لَا' اَمَّا اَنَا فَقَدْ شَفَانِيَ الله.

(تو میں نے پوچھا---''کیا آپ نے اس کو نکلوایا ہے؟'' فرمایا---''نہیں' کیوں کہ مجھے اللہ نے شفا دے دی ہے'')

نمبر ۳ میں یوں ہے

فَقُلتُ: يَارَسُوْلَ الله ! فَهَلَّا اَخرَ جْتَه''؟ فَقَالَ: اَمَّا اَنَا فَقَدْ شَفَانِيَ الله.

(۱) واضح رہے کہ یہاں جادو سے مراد وہ سامان ہے جس پر جادو کر کے کنویں میں دفن کر دیا گیا تھا۔

تو میں نے کہا---''یارسول اللہ! آپ نے اس کو نکالا کیوں نہیں؟'' جواب ملا---'' کیونکہ مجھے اللہ نے شفادے دی ہے۔'' نمبر۶ میں اس طرح ہے

فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللہ ! اَفَلاَ اسْتَخْرَجْتَه' ؟ قَالَ: قَدْعَا فَانِیَ اللہ.

میں نے سوال کیا----''یارسول اللہ! تو کیا آپ نے اس کو نکلوایا نہیں؟'' آپ نے فرمایا--- ''مجھے اللہ نے عافیت دے دی ہے۔''

ان چاروں روایتوں سے صاف واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ خود جادو نکالا نہ کسی اور سے نکلوایا۔ لیکن ایک روایت، یعنی نمبر۴ میں دو جگہ صراحتاً مذکور ہے کہ جادو نکلوایا گیا تھا۔ الفاظ اس طرح ہیں۔

فَاَتَیٰ الْبِئْرَ فَاسْتَخْرَجَه' ..... فَاسْتُخْرِجَ.

رسول اللہ ﷺ کنویں پر تشریف لائے تو اس کو نکلوایا...... پس وہ نکلوایا گیا۔

اس کے بعد حضرت عائشہؓ اور رسول اللہ ﷺ کا مکالمہ یوں بیان کیا گیا ہے

فَقُلْتُ : اَفَلاَ تَنَشَّرْتَ ؟ فَقَالَ: اَمَّا اللہُ فَقَدْ شَفَانِیْ.

میں نے پوچھا--''تو کیا آپ نے نشرہ (۱) نہیں کیا؟'' آپؐ نے فرمایا--''اللہ تعالیٰ نے مجھے تو شفادے دی ہے۔''

اب اس کا کیا حل ہو کہ

ا۔ چار روایتوں میں جادو کے نکالے جانے کی نفی کی گئی ہے جبکہ ایک روایت میں اس کو ثابت کیا گیا ہے۔

ب۔ چار روایتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سوال جادو نکالنے کے بارے میں ہے جبکہ ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نکالنے کے متعلق کوئی بات ہی نہیں کی۔

(۱) جادو کے اثرات زائل کرنے کے لئے عرب میں ایک ٹوٹا مروج تھا جسکو ''نشرہ'' کہا جاتا تھا۔

ج۔ چار روایتوں میں نشرہ کا کوئی ذکر ہی نہیں، جبکہ ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سوال ہی نشرہ کے بارے میں تھا۔(۱)

ظاہر ہے کہ اس شدید تعارض کو دور کرنے کی امکانی صورت کوئی نہیں اس لئے اس کا آسان جواب یہ تھا کہ چونکہ زیادہ روایات میں جادو نکالنے اور نکلوانے کی نفی کی گئی ہے اور وہ بھی خود رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے، اس لئے اسی کو ترجیح حاصل ہوگی اور جس روایت میں جادو نکالنے اور نشرہ کا ذکر ہے اس کو راوی کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ شارحین نے اس کے برعکس جواب دیا ہے، یعنی انہوں نے جادو نکالنے والی اکلوتی روایت کو ترجیح دی ہے اور چار روایتوں کو راویوں کی غلطی پر مبنی قرار دے دیا ہے۔

دراصل جب تک جادو نکالا نہ جائے، کہانی کا مزہ ہی نہیں آتا۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کنویں پر گئے بھی اور واپس بھی تشریف لے آئے مگر جادو نکالنے سے کوئی دلچسپی نہ لی اور وہ وہیں کا وہیں دھرا رہا----! اللہ بھلا کرے علامہ مہلب کا کہ انہوں نے نہ صرف جادو نکالنے والی روایت کو ترجیح دے دی بلکہ ترجیح کی وجہ بھی بیان کر دی اور وہ یہ کہ جادو نکالنے والی

(۱) ہم چونکہ صرف صحیح بخاری کی روایات پر گفتگو کر رہے ہیں اس لئے متن میں مزید تعارضات کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم آپ کو یہ دلچسپ بات بتاتے چلیں کہ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکالمہ اس طرح درج ہے

قُلْتُ: اَفَلاَ اَحْرَقْتَه' ؟ قَالَ : لاَ ' اَمَّا اَنَا فَقَدْ عَافَانِیَ اللہ. (صحیح مسلم، ج۲، ص۲۲۱)

میں نے پوچھا---''تو کیا آپ نے اس کو جلایا نہیں؟'' آپ نے جواب دیا ''نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی ہے۔''

لیجئے! ایں گلِ دیگر شگفت، ایک راوی بیان کرتا ہے کہ سوال جادو نکالنے کے بارے میں تھا، دوسرا بتاتا ہے کہ نشرہ کے بارے میں تھا اور تیسرا کہتا ہے کہ جلانے کے بارے میں تھا اور مزید تماشے کی بات یہ ہے کہ علامہ قرطبی نے احرقتہ کی ضمیر لبید کی طرف راجع کی ہے اور حضرت عائشہ کے سوال کا مطلب یہ لیا ہے کہ کیا آپ نے لبید کو جلایا نہیں؟ واقعی، ایسے خبیث کو تو جلا کر بالکل راکھ کر دینا چاہئے تھا۔!!

روایت کے راوی چونکہ سفیان ابن عیینہ ہیں اور وہ ہشام کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ثقہ اور مضبوط ہیں اس لئے ان اکیلے کا بیان چار پر بھاری ہے' خصوصاً اس صورت میں کہ انہوں نے نکالنے کا ذکر خصوصی اہتمام سے دو دفعہ کیا ہے۔ یعنی فَاَسْتَخْرَجَه' اور فَاسْتُخْرِجَ

ذکر المهلب ان الرواة اختلفوا على هشام فى اخراج السحر .... والنظر يقتضى ترجيح رواية سفين لتقدمه فى الضبط' ويؤيده ان النشرة لم تقع فى رواية اسامة والزيادة من سفين مقبولة لا نه اثبتهم' ولا سيما انه كرر استخراج السحر فى روايته مرتين فيبعد من الوهم.........''(۱)

حاصل اس عبارت کا وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ سفیان کی یادداشت ہشام کے سب شاگردوں سے زیادہ ہے اس لئے جو سفیان نے بیان کیا ہے وہی درست ہے اور وہم و غلطی سے مبرا ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ

سحر کی تمام روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح روایات وہ سمجھی جاتی ہیں جو صحیح بخاری میں ہیں اور صحیح بخاری کی جملہ روایات سحر کے راوی صرف اور صرف ہشام ہیں اور ہشام کے شاگردوں میں سب سے معتبر' معتمد اور مستند سفیان ابن عیینہ ہیں۔ اب اگر ثابت کر دیا جائے کہ سفیان اتنے بھی مستند نہیں ہیں جتنے کہ سمجھے جاتے ہیں تو سحر کی سب سے قوی روایت نا قابل اعتبار ہو جاتی ہے اور اگر سحر کی تمام روایات کے مدار المہام راوی ہشام کے بارے میں بھی حقائق بیان کر دیئے جائیں تو جادو کی یہ ساری نگری ہی منہدم ہو جاتی ہے۔ اس لئے آیئے' پہلے سفیان ابن عیینہ کے بارے میں بات کرتے ہیں لیکن یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہر غلطی اور لغزش سے منزہ اور پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی سچا اور مستند کیوں نہ ہو' اس سے کہیں نہ کہیں غلطی اور بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔ ثقہ اور معتبر راوی بھی انسان ہی

(۱) فتح الباری' ج ۱۲' ص ۳۶۷۔

ہوتے ہیں اس لئے ان کو غلطی لگ جانا نہ صرف ممکن ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ راوی سرے سے نا قابل اعتبار ہے اور اس کی ہر روایت مردود اور غلط ہے۔ ہاں اگر کوئی راوی وضاع اور کذاب ہو تو اس کی ہر روایت باطل ہوتی ہے مگر وضع اور کذب سے کم درجے کی غلطیاں قابل معافی ہوتی ہیں اور محدثین بعض غلطیوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اس راوی کو ثقہ اور معتبر قرار دیتے ہیں؛ البتہ جہاں صورت حال ایسی ہو کہ ثقہ راوی کی روایت کو تسلیم کرنے سے شانِ رسالت پر حرف آتا ہو تو پھر تحفظ شانِ رسالت کو مقدم سمجھنا چاہئے اور اس روایت کو سر بسر من گھڑت قرار دینے میں تامل نہیں کرنا چاہئے۔ اسی بنا پر امام رازی نے صحیح بخاری کی اس حدیث کو مسترد کر دیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے تھے۔(۱)

امام رازی کہتے ہیں کہ اس روایت کے راویوں کو سچا ماننے کی صورت میں ایک نبی کو جھوٹا تسلیم کرنا پڑتا ہے' تو کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم پیغمبروں کو سچا قرار دیں اور اس روایت کے راویوں کو جھوٹا کہہ دیں-----فَلَاَنْ يضاف الكذب الى رواته' اولى من ان يضاف الى الانبياء عليهم السلام. (۲)

اس اصولی بات کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

حضرت سفیان ابن عیینہ بہت ہی جلیل القدر ہستی ہیں۔ ثقہ ہیں' ثبت ہیں' حجت ہیں' حافظ ہیں' امام ہیں-----غرضیکہ ایک مستند اور معتمد راوی کے لئے جتنے بھی الفاظ کتب اسماء الرجال میں مستعمل ہیں وہ سب ان کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی مقتدا و راہنما ہستیاں ان کے شاگردوں میں شامل ہیں اور ان کے فضائل و مناقب کے بارے میں اسماء الرجال والے کہتے ہیں کہ ''كثيرة جدا '' یعنی بہت ہی زیادہ ہیں۔ علم حدیث کا ایک بحر ذخار تھے جس سے ایک دنیا سیراب و فیض یاب ہوئی' تاہم روایت حدیث میں ان سے خطائیں

(۱) لم يكذب ابراهيم الا ثلث كذبات' صحيح بخارى' كتاب الانبياء' باب قول الله عز و جل: واتخذ الله ابراهيم خليلا' ج ۱' ص ۴۷۴. (۲) تفسیر کبیر' ج ۶' ص ۱۶۴۔

بھی سرزد ہوتی رہتی تھیں۔اس سلسلے میں علامہ ذہبی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ ہم اعلیٰ حضرت بریلوی کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں

''یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفیان ابن عیینہ، جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی۔امام احمد فرماتے ہیں----''مجھ میں اور علی ابن مدینی میں مذاکرہ ہوا کہ زہری سے روایت میں ثابت تر کون ہے! علی نے کہا----''سفیان ابن عیینہ'' میں نے کہا-----''امام مالک' کہ ان کی خطا سفیان کی خطاؤں سے کم ہے۔قریب بیس حدیثوں کے ہیں جن میں سفیان نے خطا کی۔'' پھر میں نے اٹھارہ گنا دیں اور ان سے کہا----''آپ مالک کی خطائیں بتائیں؟'' وہ دو تین حدیثیں لائے۔پھر جو میں نے خیال کیا تو سفیان نے بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے۔''ذکرہ فی المیزان. با ایں ہمہ امام سفیان کے ثقہ' ثبت' حجت ہونے پر علمائے امت کا اجماع ہے۔'' (۱)

ہمیں اس میں کوئی نزاع نہیں کہ سفیان علمائے امت کے نزدیک ثقہ' ثبت اور حجت ہیں' ہم قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ان کی خطاؤں کا تناسب کچھ زیادہ ہی ہے کیونکہ زہری سے انہوں نے کل تین سو کے لگ بھگ روایتیں لی ہیں (۲) اور ان میں انہوں نے بیس سے زیادہ خطائیں کی ہیں' اس طرح ان کی خطاؤں کا تناسب سات فیصد کے قریب بنتا ہے حالانکہ یہ زہری کی روایتوں کے پختہ حافظ مانے جاتے ہیں (۳) جبکہ ہشام کی روایتوں میں ان کا اثبت اور احفظ ہونا اسماء الرجال والوں نے کہیں بیان نہیں کیا۔تو اپنے جس استاد کی روایتوں کے یہ انتہائی پختہ حافظ ہیں' اگر اس کی روایات میں ان کی خطاؤں کا تناسب سات فیصد ہے تو جن اساتذہ کی روایات میں ان کا پختہ حافظ ہونا کہیں مذکور نہیں---- مثلاً

(۱) فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ رضا فونڈیشن لاہور' ج ۵' ص ۱۸۴۔ (۲) و کذا عند ابن عیینة عنه (ای عن الزهری) نحو الثلاثمائه. میزان الاعتدال' ج ۱' ص ۳۹۷۔ (۳) سمعت عن ابن المدینی یقول : ما فی اصحاب الزهری اتقن من ابن عیینة. تاریخ الخطیب' ج ۹' ص ۱۷۸۔

ہشام---ان کی روایات میں ان کی خطاؤں کا تناسب نہ جانے کیا ہوگا---!

چلئے مجموعی تناسب سات فیصد ہی فرض کر لیتے ہیں' بلکہ اٹھارہ غلطیوں کے حساب سے چھ فیصد مان لیتے ہیں۔اور مختلف اساتذہ سے انہوں نے جو روایتیں لی ہیں ان کی کل تعداد سات ہزار کے لگ بھگ ہے۔(۱) اگر ان میں چھ فیصد غلطیوں کا امکان ہی تسلیم کر لیا جائے تو ان کی مجموعی خطاؤں کی تعداد چار سو سے زیادہ ہو جاتی ہے۔پھر ایسی کثیر الخطا ہستی کی روایت عقائد میں کس طرح قبول کی جا سکتی ہے اور اس بنا پر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ کیسے رکھا جا سکتا ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی معجزانہ قوت خاصہ معطل ہو کر رہ گئی تھی اور آپ بیویوں کے پاس جانا چاہتے تھے مگر نہیں جا پاتے تھے-----!!

چلیں' چار سو کی تعداد کو چھوڑیں' بلکہ اٹھارہ والی بات کو بھی ترک کر دیں اور فرض کر لیں کہ سات ہزار حدیثوں میں ان سے صرف سات روایتوں میں خطا سرزد ہوئی' تو کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ روایت بھی انہیں سات میں سے ایک ہو؟ یہ عجیب بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی نامناسب باتیں منسوب کرنا تو گوارا کر لیا جائے جن کی توجیہات و تاویلات میں شارحین کو صفحوں کے صفحے سیاہ کرنے پڑیں مگر یہ نہ کہا جائے کہ سفیان سے غلطی ہو گئی' اُلٹا ان کی روایت کو سب سے درست مانا جائے اور باقی روایتیں' جن میں بیویوں والے معاملے اور نشرہ کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں اور جادو کے بارے میں بزبانِ رسالت یہ اعتراف موجود ہے کہ نہیں نکالا گیا' ان کو راویوں کی غلط فہمی قرار دے دیا جائے-----!!

بہرحال ہمارا مقصد اس بحث و تمحیص سے یہ ہے کہ سفیان سے روایت میں خطائیں سرزد ہوتی رہتی تھیں اور وہ اتنے احفظ و اثبت نہیں تھے جتنے کہ سمجھے جاتے ہیں اس لئے اس روایت کو بھی اُن کی غلطیوں کا حصہ سمجھ کر ترک کر دینا ہی مناسب ہے۔

ہوسکتا ہے آپ یہ اعتراض کریں کہ روایت میں تھوڑی بہت غلطیوں کا ہونا اور بات

(۱) و کان حدیثه نحوا من سبعة آلاف. تاریخ الخطیب' ج ۹' ص ۱۷۸۔

ہے اور سر بسر روایت کا غلط ہونا دوسری بات ہے۔ ایسا تو تب ممکن ہے جب سند میں کوئی راوی
وضاع ہو' یعنی اپنی طرف سے باتیں گھڑ کے ان کو حدیث رسول اللہ ﷺ کے طور پر پیش کرتا ہو۔
جبکہ سفیان کے بارے میں کسی نے اشارۃً بھی یہ بات نہیں کہی کہ وہ حدیث وضع کیا کرتے تھے
بلکہ وہ جس مقام و مرتبے کے آدمی ہیں اس کے پیشِ نظر تو ان کے بارے میں یہ تصور بھی محال ہے۔

جواباً عرض ہے کہ بلاشبہ علماء اسماء الرجال ان کی مدح و ثنا میں رطب اللسان
ہیں اور کسی نے ان کی اس خامی کا ذکر نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ بے شک سفیان پوری حدیث
وضع نہیں کرتے تھے مگر حدیث میں دل پسند اضافے کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔

اتنے بڑے آدمی کے بارے میں ایسا دعویٰ کرنا' ہو سکتا ہے آپ کو دیوانے کی بڑ نظر
آئے مگر مجھے اپنے دعوے کی صحت پر اصرار ہے کیونکہ میرے پاس اس کا یقینی ثبوت موجود
ہے-----یعنی ان کا اپنا اعتراف-----اور وہ بھی صحیح بخاری میں---!!



امام بخاری کتاب الدعوات میں ایک حدیث اس سند کے ساتھ لائے ہیں

حدثنا علی ابن عبداللہ' قال : حدثنا سفیٰن ' قال : حدثنا سمی ' عن ابی صالح' عن ابی ھریرۃ قال : کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَعَوَّذُ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ' وَدَرْکِ الشِّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ' وَ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (چار چیزوں سے) پناہ مانگا کرتے تھے---سخت مصیبت سے' بدبختی لاحق ہونے سے' بری تقدیر سے اور دشمنوں کی شماتت سے۔)

اس حدیث کے راوی یہی سفیان ابن عیینہ ہیں اور وہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد نہایت معصومیت سے اعتراف کرتے ہیں

قَالَ سُفْیٰنُ : اَلْحَدِیْثُ ثَلٰثٌ ' زِدْتُ اَنَا وَاحِدَۃً ' لَا اَدْرِیْ اَیَّتُھُنَّ ھِیَ.

(۱) صحیح بخاری' ج۲ کتاب الدعوات' باب التعوذ من جھد البلاء' ص۹۳۹۔

(سفیان نے کہا---" حدیث میں صرف تین چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک میں نے
بڑھا دی ہے' میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی ہے۔")

یعنی سفیان کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا روایت میں جن چار چیزوں سے پناہ مانگنے کا ذکر
کیا گیا ہے ان میں سے حدیث کے اندر صرف تین مذکور ہیں' ایک کا میں نے اضافہ کیا ہے لیکن
مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون سی ہے۔

سبحان اللہ! کوئی پوچھے کہ چلیں مان لیا' زمانہ گزر جانے کے بعد آپ کو یاد نہیں رہا کہ
آپ نے کون سا اضافہ کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پہلے اضافہ کیا ہی کیوں تھا؟

اس سوال کا جواب علامہ کرمانی دیتے ہیں۔ سوال و جواب انہی کی زبانی سنئے!

"ان قلت : کیف جاز لہ ان یخلط کلامہ بکلام رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم بحیث لایفرق بینھما؟

قلت : ما خلط' اشتبہ علیہ تلک الثلاثۃ بعینھا و عرف انھا کانت ثلثۃ من ھذہ الا ربعۃ' فذکر الا ربعۃ تحقیقا لروایۃ تلک الثلاثۃ قطعا' اذلا مخرج منھا۔"(۱)

(اگر تم اعتراض کرو کہ سفیان کے لئے یہ بات کیسے جائز ہوگئی کہ وہ اپنے کلام کو رسول اللہ کے کلام میں اس طرح خلط ملط کر دیں کہ دونوں میں فرق ہی نہ کیا جا سکے؟

تو میں جواب دوں گا کہ انہوں نے خلط ملط نہیں کیا بلکہ ان پر ان تینوں کی تعیین مشتبہ ہوگئی تھی لیکن وہ جانتے تھے کہ وہ تین انہی چار میں سے تھیں اس لئے انہوں نے چار کو ذکر کر دیا تا کہ تین چیزیں یقینی طور پر ان میں آ جائیں' کیونکہ اس سے نکلنے کی اور کوئی صورت ہی نہیں تھی۔)

یعنی سفیان کے ذہن میں چار چیزیں آ رہی تھیں' جبکہ ان کو یہ بھی پتہ تھا کہ حدیث میں صرف تین مذکور ہیں لیکن ان پر واضح نہیں ہو رہا تھا کہ ان چار میں سے کون کون سی حدیث میں

(۱) حاشیہ صحیح بخاری' حدیث مذکور۔

بیان ہوئی ہیں اور کون سی میری طرف سے زیادہ ہوگئی ہے۔ اس لئے وہ چاروں کو بیان کر دیتے تھے کیونکہ اس مخمصے سے نکلنے کی اور کوئی صورت ہی نہیں تھی۔

یہ جواب چل جاتا' اگر سفیان کو یہ پتہ نہ ہوتا کہ میں نے کون سی چیز کا اضافہ کیا ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ صحیح اسماعیلی میں سفیان کی جو روایت مذکور ہے اس میں وضاحت موجود ہے کہ اضافی چیز ''شماتة الاعداء'' ہے---!

''وقد اخرج الاسماعیلی الحدیث من طریق عمر و عن سفین' فبین فیه ان الخصلة المزیدة هی شماتة الاعداء۔''

(اور اسماعیلی نے اس حدیث کو عمر کے واسطے سے سفیان سے روایت کیا ہے اور اس میں وضاحت کی ہے کہ جس صفت کا اضافہ کیا گیا ہے' وہ شماتت الاعداء ہے)

اب اس الجھن کا کیا حل ہو کہ ایک روایت میں اضافہ شدہ چیز کی تعیین موجود ہے' جبکہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق سفیان کہتے ہیں ''میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی ہے''

اس کا جواب علامہ قسطلانی نے یہ دیا ہے۔

''ولعل سفین کان اذا حدث میزها' ثم طال علیه الامر' فطرء علیه النسیان' فحفظ بعض من سمع تعیینها منه قبل ان یطرء علیه النسیان' ثم کان بعدان خفی علیه تعیینها' یذکر کونها مزیدة مع ابهامها۔''(۱)

(ہوسکتا ہے کہ سفیان پہلے جب یہ حدیث بیان کرتے ہوں تو اپنے اضافے کو واضح کر دیتے ہوں' پھر لمبے عرصے بعد ان پر نسیان طاری ہو گیا' تو جن لوگوں نے نسیان طاری ہونے سے پہلے ان کی زبان سے اضافے کی تعیین سنی تھی انہوں نے اس کو یاد رکھا' مگر بعد میں سفیان پر وہ تعیین مخفی ہوگئی اس لئے وہ کسی غیر معین چیز کا اضافہ بیان کرنے لگے)

حاصل یہ کہ پہلے ان کو اپنے اضافے کا پتہ تھا اس لئے اسماعیلی کی روایت میں اس کی

(۱) ارشاد الساری شرح صحیح البخاری' ج۹' ص۱۹۱۔

تعیین موجود ہے' بعد میں نسیان کی وجہ سے ان کے ذہن میں اضافہ معین نہ رہا اس لئے بخاری کی روایت میں کسی ایک مبہم اضافے کا ذکر ہے۔

اس طرح تعیین اور ابہام کا تعارض تو رفع ہو گیا مگر ہمارا سوال مزید مستحکم ہو گیا کہ جس زمانے میں ان کو معلوم تھا کہ یہ میرا اضافہ ہے اسی وقت اس کو انہوں نے نکال کیوں نہ دیا---؟

اگر بات یہیں تک رہتی تو پھر بھی خیر تھی مگر انہوں نے مزید ظلم یہ کیا کہ کچھ عرصے بعد اضافے کے بارے میں بتائے بغیر ان چاروں چیزوں کو یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا۔ اس بات کا اعتراف علامہ کرمانی کو بھی ہے مگر ان کے پاس اس کا جواب کوئی نہیں ہے۔

''روی البخاری عنه فی کتاب القدر الحدیث' و ذکر فیه الاربعة مسنداالی رسول الله صلی الله علیه وسلم جزما بلا تردد و شک ولا قول بزیادة.''(۱)

(بخاری نے کتاب القدر میں سفیان ہی سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہاں ان چاروں چیزوں کو یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہاں سفیان نے نہ تو کسی تردد اور شک کا اظہار کیا ہے' نہ یہ بتایا ہے کہ ایک میں نے زیادہ کی ہے۔)

علامہ کرمانی نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہی حدیث ہے اور اسی سند کے ساتھ اس کو سفیان نے بیان کیا ہے' البتہ اس کے ابتدائی الفاظ میں تھوڑا سا تغیر کر دیا ہے' یعنی ''رسول اللہ ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے'' کو ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پناہ مانگا کرو!'' سے بدل دیا ہے۔ باقی تمام الفاظ وہی ہیں۔ حدیث مع السند ملاحظہ فرمائیے!

حدثنا مسدد' قال: حدثنا سفیان' عن سمی' عن ابی صالح' عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: تَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ' وَدَرْکِ

(۱) صحیح بخاری' ج۲' ص۹۳۹' حاشیہ نمبر۱۰۔

الشِّقَاءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ. (۱)

اس حدیث میں سفیان نے پورے دھڑلے سے چاروں باتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردی ہیں، جن میں سے ایک بالیقین ان کی اپنی تیار کردہ ہے۔ (۲) اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ سفیان حدیث میں من پسند اضافے کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ الفاظ میں وہ جان بوجھ کر یا بھول کر اضافہ کر سکتے ہیں تو سحر کا واقعہ جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی مروی ہے اس میں انہوں نے نہ جانے کیا کیا ٹکڑے لگائے ہوں----! اس لئے ایسی روایتوں پر اعتماد کر کے رسول اللہ ﷺ کو سحر کی قوت سے عجیب وغریب کیفیات میں مبتلا دکھانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری، ج ۲، کتاب القدر، باب من تعوذ باللہ من درک الشقاء، ص ۹۷۹۔

(۲) اللہ بدگمانی سے بچائے، مگر مختلف روایات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سفیان کو اس اضافے کے سلسلے میں چار مراحل سے گزرنا پڑا

ا----پہلے مرحلے میں ان کو اپنا اضافہ معلوم تھا اور شاگردوں کو بتایا بھی کرتے تھے، جیسا کہ اسماعیلی کی روایت سے ظاہر ہے۔

ب----دوسرے مرحلے میں وہ یہ تو پورے تیقن سے کہا کرتے تھے کہ ایک میرا اضافہ ہے مگر اس کا تعین نہیں کر پاتے تھے۔ جیسا کہ بخاری کی کتاب الدعوات والی روایت میں ہے۔

ج----تیسرے مرحلے میں وہ یہ بات یقین سے نہیں کہتے تھے کہ ایک میرا اضافہ ہے بلکہ اس کو بطور شک ذکر کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے۔ "قال سفیان اشک انی زدت واحدة" (سفیان نے کہا----"مجھے شک ہے کہ ایک میں نے بڑھادی ہے۔"

د----چوتھے مرحلے میں وہ بغیر کسی شک وشبے اور تردد کے چاروں باتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردیتے تھے۔ جیسا کہ بخاری کی کتاب القدر والی روایت میں ہے۔

رحمہ اللہ و عفا عنہ و غفرلہ



اب آخر میں بخاری ومسلم کے اندر پائی جانے والی تمام روایات سحر کے مرکزی اور اصلی راوی ہشام پر ایک نظر ڈالتے چلئے!

سفیان ابن عیینہ کے بارے میں تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے باقی چار راویوں سے اختلاف کرتے ہوئے روایت سحر میں کچھ من پسند اضافے کر دیئے ہیں----مثلاً جانِ دوعالم ﷺ کا بیویوں کے پاس نہ جا سکنا، جادو کا کنوئیں سے نکالا جانا اور ام المؤمنین کا نشرہ کے بارے میں سوال کرنا---لیکن اس روایت کو پھیلانے اور حدیث کی صحیح ترین کتابوں تک پہنچانے کا سہرا بلاشبہ حضرت ہشام کے سر ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے بھی خود اس کو وضع نہیں کیا، بلکہ اس کا بنیادی ڈھانچہ کسی ماہر فن وضاع وکذاب نے تیار کیا ہے۔ ہشام سے صرف یہ کوتاہی ہوئی کہ اس کو درست سمجھ کر آگے بیان کرنا شروع کر دیا اور یوں یہ روایت احادیث کے معتبر مجموعوں میں داخل ہو کر اکثریت کے عقائد کا حصہ بن گئی۔

اس حقیقت تک رسائی کے لئے ہمیں بہت محنت کرنی پڑی ہے اس لئے اہل علم سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ درج ذیل بحث کا نہایت باریک بینی اور دقت نظر سے مطالعہ فرمائیں۔ شکریہ!



ہشام کے والد کا نام عروہ ہے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں اور بہت نامور فقیہ ومحدث ہیں۔ ۶۱ ہجری کے دوران مدینہ منورہ میں ہشام کی ولادت ہوئی اور ۱۴۶ ہجری کو بغداد میں وفات پائی۔ زندگی کا ابتدائی حصہ مدینہ منورہ میں گزارا۔ اپنے والد کے علاوہ دیگر اساتذہ سے بھی فیض حاصل کیا اور علم حدیث میں مرتبہ کمال کو پہنچے۔ ان کی روایتیں حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں پائی جاتی ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں ثقہ ہیں، ثبت ہیں، حجت ہیں اور امام ہیں۔ یعنی نہایت اعلیٰ درجے کے راویوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جب تک مدینہ منورہ میں مستقل طور پر سکونت پذیر رہے، ان کی روایتیں ہر قسم کی آمیزش

سے پاک رہیں مگر منصور عباسی کے عہد میں جب انہوں نے عراق آنا جانا شروع کیا تو ان کی روایتوں میں گڑ بڑ ہونے لگی کیونکہ اس سے پہلے وہ اپنے والد کے حوالے سے صرف انہی روایتوں کو بیان کیا کرتے تھے جو انہوں نے اپنے والد سے سنی ہوتی تھیں مگر عراق میں آمد ورفت کے بعد انہوں نے یہ کام شروع کر دیا کہ اگر کوئی شخص ان کے والد کی طرف منسوب کر کے کوئی روایت سناتا تھا تو ہشام اس سے وہ روایت اخذ کر لیتے تھے' پھر اس شخص کا ذکر بیچ سے حذف کر کے اس روایت کو اپنی طرف سے اپنے والد کی جانب منسوب کر دیتے تھے (۱) اور---''ابی عن عائشہ۔'' (میرے والد نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے---) کہہ کر اس روایت کو بیان کرنے لگتے تھے۔ (۲)

اس طرح وہ راوی جس سے درحقیقت ہشام نے وہ روایت سنی ہوتی تھی' سرے سے غائب ہو جاتا تھا اور سامعین اس روایت کو نہایت مستند سمجھ کو نقل اور یاد کرنے لگتے تھے حالانکہ محذوف راوی کا کچھ پتہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کون تھا؟ کیسا تھا؟ ثقہ اور قابل اعتبار تھا یا محدث کے روپ میں کوئی فنکار تھا جو خود حدیث گھڑ کر ہشام کے والد عروہ کی طرف منسوب کر دیتا تھا---؟

ہشام کی اس بے احتیاطی کی وجہ سے نہ جانے کتنی بے اعتبار روایتیں معتبر ٹھہری ہوں گی اور مستندترین کتابوں میں گھس آئی ہوں گی---!!! (۳)

جان دو عالم ﷺ پر جادو کئے جانے والی روایت بھی انہی روایات میں سے ایک ہے جو عراق میں کسی وضاع وکذاب جعلساز نے تیار کی اور ہشام کو یہ کہہ کر سنا دی کہ یہ میں نے آپ کے والد سے سنی ہے۔ ہشام نے اپنی عادت کے مطابق اس کو اپنے والد کی جانب منسوب کر کے

---

(۱) ان هشاما کان یتسهل لاهل العراق' انه کان لا یحدث عن ابیه الا بما سمعه منه' فکان تسهله ان ارسل عن ابیه مما کان یسمعه من غیر ابیه عن ابیه. (۲).... وقدم الثالثة فکان یقول ابی عن عائشه. (تاریخ الخطیب' ج ١٤' ص ٤٠ --- سیر اعلام النبلاء' ج٦' ص ٣٥)

(۳) اسی لئے امام مالک اور کچھ دوسرے محدثین نے ہشام پر اعتراض کیا ہے---''تکلم فیه مالک وغیره.''
(خلاصہ تذہیب' ص٤١٠) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیان کرنا شروع کر دیا (۱) اور یوں یہ روایت بخاری ومسلم جیسی بلند پایہ کتابوں میں بار پا کر نہایت مستند ہوگئی۔

اعتراض اور ناپسندیدگی کا سبب ان کی یہی عراقی حدیثیں تھیں---''ان مالکا نقم علی هشام ابن عروة حدیثه لاهل العراق وکان لا یرضاه۔'' (سیر اعلام النبلاء' ج٦' ص٣٥)

ہشام کی جائے پیدائش مدینہ منورہ ہے اور اہل مدینہ ان کو نہایت ثقہ ومعتبر سمجھتے تھے مگر جب انہوں نے عراق جا کر اپنے دائرہ روایت کو وسیع کرلیا (یعنی ان حدیثوں کو بھی اپنے والد کی مرویات میں شمار کرلیا جو خود انہوں نے اپنے والد سے نہیں سنی تھیں) تو امام مالک کے علاوہ مدینہ منورہ کے دیگر اہل علم بھی ان کو ناپسند کرنے لگے---''هشام ثقة' ثبت' لم ینکر علیه شئی الا بعدما صار الی العراق' فانه انبسط فی الروایة فانکر ذلک اهل بلده علیه.'' (تاریخ الخطیب' ج١٤' ص٤٠)

عراق جانے کے بعد ان میں کچھ اور خامیاں بھی پیدا ہوگئی تھیں مگر ہم چونکہ ان کی محدثانہ حیثیت پر گفتگو کر رہے ہیں اس لئے باقی کوتاہیوں سے صرف نظر کرنا ہی مناسب ہے۔ رحمه الله و عفا عنه۔

(۱) جو راوی اس قسم کی حرکت کرتا ہو یعنی کسی کی روایت کسی اور کے حوالے سے بیان کرتا ہو محدثین کی اصطلاح میں ''مدلس'' کہلاتا ہے اور اس کی اس حرکت کو ''تدلیس'' کہا جاتا ہے اور تدلیس کے بارے میں حاشیہ نزہتہ النظر میں صراحتاً لکھا ہے کہ فاعله مذموم جدا عند اکثر العلماء ص٥٢ (تدلیس کرنے والا اکثر علماء کے نزدیک نہایت ہی قابل مذمت ہے)

اسی لئے محدثین وفقہاء کا ایک گروہ مدلس کی ہر روایت کو مردود قرار دیتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ فذهب فریق من اهل الحدیث والفقه الی ان من عرف به لا یقبل حدیثه مطلقا حاشیہ مشکوٰۃ ص٤٧ (محدثین اور فقہاء میں سے ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ جو راوی تدلیس کرنے میں معروف ہو اس کی حدیث سرے سے قبول نہیں کی جائے گی)

لیکن جمہور کے نزدیک مدلس اگر کسی سے روایت نقل کرتے وقت ایسے الفاظ لائے جن سے ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے یہ روایت خود سنی ہے---مثلاً سمعت یا حدثنا وغیرہ کہہ کر روایت بیان کرے تو ایسی روایت قبول کی جائے گی۔ اور اگر ایسے الفاظ استعمال کرے جن سے یہ واضح نہ ہوتا ہو کہ یہ روایت اس نے خود سنی ہے---مثلاً قال یا عن فلان کہے تو اس صورت میں اس کی روایت مردود ہوگی۔ حاشیہ نزہتہ النظر ص٥٢۔ لیکن واضح رہے کہ جمہور محدثین مدلس کی جن روایات کو مقبول قرار دیتے ہیں ان سے صرف فقہی احکام ثابت کئے جا سکتے ہیں۔ رہے قطعی عقائد تو ان کے ثبوت کے لئے بالکل صحیح اخبار آحاد بھی کافی نہیں ہوتیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے' پھر تدلیس جیسے مذموم فعل کے مرتکب راوی کی روایات کیونکر قبول کی جا سکتی ہیں جن کا قابل قبول ہونا ہی محدثین وفقہاء کے نزدیک متنازعہ ہو!!

ہمارا دعویٰ ہے کہ

یہ روایت ہشام نے اپنے والد عروہ سے ہرگز نہیں سنی' نہ عروہ نے کبھی بیان کی' بلکہ یہ روایت خالصتاً سرزمین عراق کی پیداوار ہے اور وہیں سے اس کی نشر واشاعت کا آغاز ہوا۔

اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ عروہ کے بیسیوں شاگرد ہیں مگر ہشام کے بغیر کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی۔ باقی شاگردوں کو تو چھوڑیئے کہ وہ باہر کے لوگ تھے' خود خاندان عروہ میں عروہ کے کم از کم چھ شاگرد ایسے ہیں جو اعلیٰ پائے کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی روایات صحاح ستہ میں پائی جاتی ہیں مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی عروہ کے حوالے سے یہ روایت قطعاً بیان نہیں کی--- درج ذیل نقشے کا ذرا بغور مطالعہ فرمایئے!

(یہ نقشہ متعدد کتب اسماء الرجال کی ورق گردانی کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اگر اہل علم اس میں کوئی خامی یا کمی بیشی محسوس کریں تو براہ مہربانی ضرور آگاہ کریں۔)

خاندان عروہ میں' عروہ کے شاگرد راویان حدیث

نمبر شمار	نام راوی	عروہ سے رشتہ	صحاح ستہ میں سے کس کس کتاب کا راوی ہے۔	روایت سحر کا راوی ہے یا نہیں؟
۱	ہشام	بیٹا	بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ۔	ہے
۲	عبداللہ	"	بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ۔	نہیں
۳	عثمان	"	بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ۔	"
۴	محمد	"	مراسیل ابی داؤد' ترمذی۔	"
۵	یحییٰ	"	بخاری' مسلم' ابوداؤد۔	"
۶	محمد	بھتیجا	بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ۔	"
۷	عمر	پوتا	بخاری' مسلم' نسائی۔	"

اللہ اکبر کیا خوش نصیب خاندان تھا حضرت عروہ کا--- جس کے سات افراد نے اپنی زندگیاں خدمت حدیث کے لئے وقف کر رکھی تھیں---!!

ان میں سے پانچ تو ان کے اپنے صاحبزادے ہیں۔ چھٹے محمد' عروہ کے بھائی جعفر ابن زبیر کے بیٹے ہیں اور ساتویں عمر' عروہ کے بیٹے عبداللہ ابن عروہ کے فرزند ہیں۔ یہ سب علم حدیث

میں عروہ کے شاگرد ہیں اور اتنے اعلیٰ درجے کے محدث ہیں کہ ان کی روایات صحاح ستہ میں پائی
جاتی ہیں مگر ان میں سے ہشام کے سوا کوئی بھی' روایت سحر کا راوی نہیں ہے۔ خاندان والوں کے
علاوہ عروہ کے باقی شاگردوں میں سے بھی کسی نے یہ روایت بیان نہیں کی۔

اب آپ ہی بتایئے قارئین کرام! کہ یہ کیسی پراسرار روایت ہے' جو منسوب تو عروہ کی طرف ہے مگر عروہ کے تمام شاگردوں میں سے سوائے ہشام کے کسی کو کانوں کان اس کی خبر نہ ہو سکی' حتیٰ کہ ہشام کے چاروں بھائی بھی اس سے ناواقف رہے---! اگر ان میں سے کسی نے یہ روایت عروہ سے سنی ہوتی تو ضرور بیان کرتا اور اس کی روایت صحاح میں پائی جاتی کیونکہ یہ چاروں صحاح کے راوی ہیں' مگر صحاح میں تو کجا' حدیث کے پورے ذخیرے میں---- بلکہ تاریخ اسلام کی ساری کتابوں میں--- بلکہ دنیا بھر میں چھپنے والے تمام مذہبی لٹریچر میں' کوئی ایسی صحیح یا ضعیف حدیث سحر موجود نہیں جس کو عروہ سے ہشام کے علاوہ کسی اور نے روایت کیا ہو---!(۱) کیا عروہ نے صرف ہشام سے سرگوشی کی تھی---؟ یا تنہائی میں بیٹھ کر یہ خفیہ حدیث املاء کرائی تھی---؟ اور اگر یہ کوئی ایسا ہی سربستہ راز تھا تو پھر ہشام نے آگے سب کو کیوں بتا دیا---؟

یہ اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ عروہ نے ہرگز ہرگز یہ روایت بیان نہیں کی' بلکہ یہ ہشام کے اسی شوق انبساط فی الروایہ کا شاخسانہ ہے جو انہیں عراق جانے کے بعد لاحق ہو گیا تھا اور امام مالک ودیگر اہل مدینہ نے اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

اس روایت کے عراقی الاصل ہونے کی مزید تائید اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ صحیحین میں ہشام کے جتنے شاگرد بھی اس قصے کو بیان کرتے ہیں وہ یا تو خالصتاً عراقی ہیں یا ایسے مصری اور مدنی ہیں جن کا عراق میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔

---

(۱) اس طرح کا دعویٰ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے' مگر اس موضوع پر جس قدر میں نے تحقیق کی ہے اس کے پیش نظر مجھے سو فیصد یقین ہے کہ میرے اس دعویٰ کو چیلنج نہیں کیا جا سکے گا' انشاءاللہ۔ تاہم اگر کوئی فاضل ایسی حدیث سحر تلاش کر لیں جو عروہ سے ہشام کے بغیر کسی نے روایت کی ہو تو مجھے ضرور مطلع فرمائیں۔ مُرتبہ

بخاری ومسلم میں ہشام سے واقعہ سحر نقل کرنے والوں کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں

(۱) حماد ابن اسامہ المعروف ابواسامہ (۲) عیسیٰ ابن یونس (۳) سفیان ابن عیینہ (۴) عبداللہ ابن نمیر (۵) لیث ابن سعد (۶) انس ابن عیاض (۷) یحییٰ ابن سعید۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

ان میں سے پہلے چار تو ہیں ہی کوئی یعنی خالص عراقی۔ لیث ابن سعد مصری ہیں مگر کافی عرصہ بغداد میں مقیم رہے۔ انس اور یحییٰ، مدنی ہیں مگر ان کی بھی عراق میں آمدورفت جاری رہتی تھی اور ہشام بھی اس زمانے میں زیادہ وقت بغداد ہی میں گزارتے تھے۔

اتنے عظیم اور جلیل القدر ائمہ حدیث کے ساتھ ساتھ اس دور میں بڑے بڑے کذاب اور حدیثیں گھڑنے کے ماہر بھی شام اور عراق میں ڈیرے ڈالے بیٹھے تھے۔ اس لئے غالب امکان یہی ہے کہ سحر کی یہ داستان بھی حدیث گھڑنے والے کسی عراقی فنکار نے تیار کی اور عروہ کے حوالے سے ہشام کے کان میں ڈال دی۔ بدقسمتی سے ہشام کو عراق میں اپنی روایات کی تعداد بڑھانے کا شوق لاحق ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے اس روایت کو بھی حسب عادت اپنی طرف سے عروہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا شروع کر دیا۔ عراق میں ان سے علم حدیث حاصل کرنے والوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ روایت ہشام نے خود اپنے والد سے سنی ہوگی، اس کو نہایت مستند سمجھ لیا اور آگے پہنچا دیا۔ اس طرح یہ روایت پھیل گئی اور بخاری ومسلم جیسی کتابوں میں نفوذ کر گئی۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

اگر بات اسی حد تک رہتی تو پھر بھی یہ کہانی اتنی مشہور نہ ہوتی مگر جب کلبی جیسے داستان طرازوں نے اس پر مزید ردّے چڑھا دیئے اور اس کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے آخری سورتوں کے شانِ نزول کے ساتھ جوڑ دیا تو یہ روایت تفسیروں میں بھی پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر ہو گئی۔ بعد میں جادو ٹونے کا کاروبار کرنے والوں نے اس کو مفید مطلب پا کر ہاتھوں ہاتھ لیا اور اتنی شہرت دی کہ عام آدمی کو خواہ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ تک نہ آتا ہو، یہ کہانی اس کو ضرور یاد ہوتی ہے۔ چاہے سیرت کا کوئی اور واقعہ اسے معلوم نہ ہو، یہ داستان لازماً ازبر ہوتی ہے۔

حالانکہ اس روایت کو ایک نظر دیکھ کر ہی یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا بنیادی ڈھانچہ تیار کرنے میں یہودی ذہنیت کارفرما ہے اور اس قصے کا اصل مقصد محمد ﷺ سے موسیٰ علیہ السلام کو برتر ثابت کرنا ہے۔



جانِ دوعالم ﷺ پر جادو کئے جانے کی کہانی تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ تقابلی مطالعے کے لئے مصری جادوگروں کے واقعہ سے متعلق چند آیات کا رواں ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ید بیضا اور عصا کے سانپ بننے کا معجزہ دکھایا تو ''فرعون نے درباریوں کے اس گروہ سے جو اس کے گرد بیٹھا ہوا تھا، کہا----'' یہ ایک ماہر جادوگر ہے جو اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرنا چاہتا ہے۔ اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟''

درباریوں نے کہا----'' اسے اور اس کے بھائی (ہارون) کو کچھ مہلت دیں اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیں جو ماہر فن جادوگروں کو اکٹھا کر کے آپ کے پاس لے آئیں۔''

چنانچہ ایک معین دن کے مقرر کردہ وقت میں جادوگر جمع کر دیئے گئے اور لوگوں سے بھی کہہ دیا گیا کہ تم اکٹھے ہو جاؤ تا کہ اگر جادوگر غالب آ جائیں تو ہم انہی کی راہ پر چلتے رہیں۔

جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے پوچھا----''اگر ہم غالب رہے تو کیا ہمیں کوئی انعام بھی ملے گا؟''

فرعون نے کہا----''ضرور، اس صورت میں تم میرے مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔'' سورۃ ۲۶، آیات ۳۳، ۴۲۔

جادوگروں نے موسیٰ سے کہا----''یا تم اپنا عصا ڈالو یا ہم ڈالنے والے بنیں۔'' سورۃ ۷، آیت ۱۱۵۔

موسیٰ نے کہا----''تم جو کچھ ڈالنا چاہتے ہو، ڈال دو!''

چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور کہا کہ فرعون کی عزت وجاہ کی قسم ہم ضرور غالب آ کر رہیں گے۔ سورۃ ۲۶، آیات ۴۳، ۴۴۔

انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا' انہیں خوفزدہ کر دیا اور بڑا جادو لے کر آئے۔ سورۃ ۷' آیت ۱۱۶۔

ان کے جادو کے زور سے ان کی رسیوں اور لاٹھیوں کے بارے میں موسیٰ نے خیال کیا کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ اس سے موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ اندیشہ محسوس کیا۔ ہم نے کہا---"مت ڈرو' غالب یقیناً تم ہی رہو گے۔ یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں جو عصا ہے اس کو ڈال دو' یہ ان تمام اشیاء کو نگل جائے گا جو انہوں نے بنائی ہیں کیونکہ یہ سب جادوگر کا مکر ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوسکتا' خواہ کہیں بھی چلا آئے۔" سورۃ ۲۰' آیات ۶۶' ۶۹۔

چنانچہ جب موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ ان سب چیزوں کو نگلنے لگ گیا جو جادوگروں نے جھوٹ کے طور پر بنائی تھیں۔ یہ دیکھ کر جادوگر سجدے میں گر گئے اور پکار اُٹھے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر---موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ سورۃ ۲۶' آیات ۴۵' ۴۶۔

سبحان اللہ! کیا ایمان افروز واقعہ ہے اور کیا ہی پاکیزہ اور پر شکوہ انداز بیان ہے اللہ رب العالمین کا---!



قارئین کرام! اب آپ رسول اللہ ﷺ پر جادو کئے جانے والی داستان کی تفصیلات ذہن میں تازہ کیجئے اور ملاحظہ فرمائیے کہ کسی ہنرمند نے کس چابکدستی سے موسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ سے برتر ثابت کر دیا ہے۔

[illegible]

ا---موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے لئے پورے ملک سے متعدد نامی گرامی جادوگر ڈھونڈھ کر لائے گئے' جبکہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کرنے کے لئے اکیلے لبید کو کافی سمجھا گیا۔(۱)

(۱) واضح رہے کہ بخاری و مسلم کی راویات میں صرف لبید کا ذکر ہے۔ لبید کی نامعلوم بہنوں کا اضافہ اس وقت کیا گیا جب اس کہانی کو آخری سورتوں کے شان نزول کے ساتھ جوڑا گیا اور اس اضافے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ سورۂ فلق میں "نفثٰتِ فی العقد" جمع مؤنث کا صیغہ ہے جس کا اطلاق لبید پر نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ واحد مذکر ہے۔ وہ "پھونکیں مارنے والا" تو ہوسکتا ہے "پھونکیں مارنے والیاں" نہیں ہوسکتا۔ اس لئے لبید کی مفروضہ بہنوں کو ساتھ شامل کر لیا گیا تاکہ گانٹھوں میں پھونکیں مارنے والیاں دستیاب ہوسکیں۔

اللہ میری توبہ! کیا تہہ در تہہ فنکاریاں اور عیاریاں ہیں---!! اگر عشق مصطفیٰ ﷺ رہنما نہ ہو تو آدمی ان بھول بھلیوں میں کھو کر رہ جائے۔

ب---مصری جادوگروں کو کامیابی کی صورت میں قرب شاہی کی نوید سنائی گئی' جبکہ خستہ حال لبید کے ساتھ صرف تین دینار پر سودا طے ہوگیا۔

ج---اطراف واکناف سے اکٹھے کئے گئے متعدد بڑے بڑے جادوگروں نے اپنی پوری توانائیاں صرف کر دیں مگر اوّل تو موسیٰ علیہ السلام پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا---اور اگر فرض کر لیا جائے کہ کچھ اثر ہوا بھی تھا تو وہ بہر حال وقتی تھا' جبکہ رسول اللہ ﷺ کو صرف ایک جادوگر نے پورے ایک سال تک جادو کے جال میں جکڑے رکھا۔

د---موسیٰ علیہ السلام نے صرف اندیشہ محسوس کیا' جبکہ رسول اللہ ﷺ کئی طرح کے ذہنی اور جسمانی عوارض میں مبتلا ہوگئے۔

ھ---موسیٰ علیہ السلام نے جونہی خوف محسوس کیا' بغیر کسی دعا کے ازخود وحی نازل ہوگئی' جبکہ رسول اللہ ﷺ کو بار بار دعا کرنی پڑی۔

و---موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کے کرتب دیکھ کر ذرا سا خوفزدہ ہوئے تو اسی وقت ان کی تسلی کر دی گئی' جبکہ رسول اللہ ﷺ کو سحر کے اثرات سے نجات پانے کے لئے کامل ایک برس تک انتظار کرنا پڑا۔

ز---موسیٰ علیہ السلام کی تشفی کے لئے اللہ تعالیٰ خود ان سے مخاطب ہوا' جبکہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں فرشتوں کے ذریعے آگاہ کیا گیا۔

ح---موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے چند لمحوں میں ہر قسم کے جادو کو فنا کر دیا' جبکہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے کنویں سے پانی نکلوانا پڑا' پھر پتھر کے نیچے سے سامان جادو برآمد کرنے کا مرحلہ پیش آیا' پھر گانٹھیں کھولنے اور مجسمے سے سوئیاں نکالنے کی ضرورت پڑی اور اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کو گرہیں کھلوانے کے لئے دو مستقل سورتیں اتارنی پڑ گئیں۔

ط---موسیٰ علیہ السلام کا کمال دیکھ کر جادوگروں کے دل کی دنیا میں انقلاب برپا

ہوگیا اور وہ سرِ عام رب العالمین پر ایمان لاتے ہوئے سجدہ ریز ہوگئے' جبکہ لبید پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہؤا اور صدقِ دل سے ایمان لانا تو در کنار' اس نے اپنی اس حرکت پر کسی قسم کی ندامت اور پشیمانی کا اظہار بھی نہیں کیا۔

اب آپ ہی بتایئے محترم قارئین! کہ اس پسِ منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کون افضل و برتر ثابت ہوتا ہے؟

حبیب اللّٰہ حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم

--------یا--------

کلیم اللّٰہ حضرت موسیٰ علیہ السلام؟؟

سچ کہا ہے علامہ جصاص رازی نے

و مثل هذه الاخبار من وضع الملحدين---- اس طرح کی تمام روایتیں ملحدین (بے دینوں) کی گھڑی ہوئی ہیں۔

یوں تو ملحدین نے بے شمار روایتیں گھڑی ہیں مگر جس ملحد نے اس کہانی کا تانا بانا بنا ہے اس کی بے مثال ذہانت و فطانت کی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے مقابلے سے متعلق تمام آیات کو ذہن میں رکھ کر رسول اللہ ﷺ پر جادو کئے جانے کی ایسی داستان تخلیق کی ہے جس کے لفظ لفظ سے رسول اللہ ﷺ پر موسیٰ علیہ السلام کی فوقیت و برتری ظاہر ہوتی ہے مگر یہ کام اتنی مہارت اور صفائی سے کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو افضل الرسل ماننے والی امت کے بہت سے افراد بھی اس دام ہم رنگ زمین کا شکار ہو گئے اور ایسی فرضی کہانی پر یقین کر بیٹھے کہ اگر اس کو درست تسلیم کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کا باقی انبیاء---- خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام---- سے افضل ہونے کا عقیدہ از خود ختم اور کالعدم ہو جاتا ہے کیونکہ اس طرح صرف ایک واقعہ سحر میں نو وجوہات سے موسیٰ علیہ السلام کی برتری ثابت ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ جصاص رازی جیسے فضلاء کو جنہوں نے بروقت اس

حقیقت کا ادراک کر لیا اور غیر محسوس طور پر شانِ رسالت گھٹانے والی ایسی تمام کہانیوں کو صاف لفظوں میں یکسر جعلی' خود ساختہ اور من گھڑت قرار دے دیا۔



اب ایک اور پہلو سے ان روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

فرض کر لیجئے کہ ان روایات کا **ان تتبعون الا رجلا مسحورا** ٥ سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

فرض کر لیجئے کہ یہ روایتیں **لا يفلح الساحر حيث اتى** ٥ کے خلاف بھی نہیں پڑتی ہیں۔

فرض کر لیجئے کہ ان کے متن میں قطعاً کوئی تضاد نہیں ہے۔

فرض کر لیجئے کہ ان کی سندیں بھی ہر قسم کی خامی سے مکمل طور پر پاک ہیں۔

فرض کر لیجئے کہ سفیان ابن عیینہ نے اپنی طرف سے ان میں ذرا برابر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

فرض کر لیجئے کہ ان روایتوں کا ایک ایک لفظ ہشام نے خود اپنے کانوں سے عروہ سے سنا ہے۔

مختصر یہ کہ فرض کر لیجئے کہ یہ روایتیں اعلیٰ پائے کی صحیح اور انتہا درجے کی قوی اور مضبوط ہیں۔

اس کے باوجود

زیرِ بحث مسئلہ سحر میں ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ''اخبار آحاد'' (١) ہیں اور اخبار آحاد خواہ کتنی ہی قوی اور صحیح کیوں نہ ہوں' ان کو قطعی اور یقینی اعتقادیات کے لئے دلیل نہیں بنایا جا سکتا' جبکہ رسول اور نبی کا جادو سے متاثر ہو سکنا یا نہ ہو سکنا عقیدے کا مسئلہ ہے اور عقائد ثابت کرنے کے لئے یا تو قرآن کریم سے دلیل پیش کی جا سکتی ہے یا حدیث متواتر سے۔ اخبار آحاد کے ساتھ ہرگز کوئی یقینی عقیدہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں

''خبر الواحد' علٰی تقدير اشتماله على جميع الشرائط المذكورة فى اصول الفقه' لا يفيد الا الظن' ولا عبرة بالظن فى باب الاعتقاد.'' (٢)

(١) وہ حدیث جس کو روایت کرنے والے ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ اور غلطی پر متفق و مجتمع ہونا ناممکن ہو' ''حدیث متواتر'' کہلاتی ہے۔ اس کے علاوہ باقی سب اخبار آحاد ہیں۔ (٢) شرح عقائد نسفی' بحث تعداد الانبیاء' ص ١٠١۔

(خبر واحد میں اگر صحت کی وہ تمام شرائط پائی جائیں جو اصولِ فقہ میں مذکور ہیں' تب بھی وہ صرف ظن و گمان کا فائدہ دیتی ہے (نہ کہ یقین کا) اور گمان کا اعتقادی مسائل میں کوئی اعتبار نہیں۔)

یہ تمام امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ معجزے پر جادو اثر انداز نہیں ہوسکتا اور یہ روایات اس یقینی اور اجماعی عقیدے کے خلاف ہیں کیونکہ ان کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی معجزانہ قوتوں کا' ساحرانہ قوتوں سے مغلوب ہونا لازم آتا ہے' جیسا کہ سابقہ صفحات میں ہم وضاحت سے بیان کر آئے ہیں' اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ محض ظن و گمان کی بنیاد پر قطعی' یقینی اور اجماعی عقائد کو ترک نہیں کیا جاسکتا----اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًاo



اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحیح صورت حال کیا ہے-----؟ کیا سرورِ عالم ﷺ پر جادو کئے جانے کا واقعہ سرے سے پیش ہی نہیں آیا یا کچھ نہ کچھ ہؤا تھا اور بعد میں بات کا بتنگڑ بنا دیا گیا؟

جواباً عرض ہے کہ ہمارا مدعا صرف اتنا ہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو اثر انداز نہیں ہوسکتا اور ایک لبید ہی کیا' اگر انسانوں اور جنات کے سارے شیاطین مل کر بھی جادو کرتے تب بھی آپ پر ذرہ برابر اثر نہ ہوتا کیونکہ وہ سب کچھ جادوگروں کا مکر ہوتا اور ہمارے کانوں میں یہ آیت رس گھول رہی ہے۔

اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ وَّلَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰیo انہوں نے جو کچھ بنایا وہ جادوگر کا مکر ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوسکتا' خواہ کہیں بھی چلا آئے۔

رہی یہ بات کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ روایات سحر کی جو حالت ہے وہ سابقہ اوراق میں بخوبی واضح ہو چکی ہے' تاہم روایات کی کثرت کے پیشِ نظر غالب امکان یہی ہے کہ جادو تو کیا گیا تھا' مگر اس کا آپ پر اثر ہرگز نہیں ہؤا تھا' نہ ہوسکتا تھا۔ اسی امکان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے علامہ جصاص رازی لکھتے ہیں۔

و جائز ان تكون المرأة اليهودية بجهلها فعلت ذالك ظنا منها بان ذالك يعمل في الاجساد، و قصدت به النبي ﷺ فاطلع الله نبيه موضع سرها واظهر جهلها فيما ارتكبت و ظنت، ليكون ذالك من دلائل نبوته، لا ان ذالك ضره و خلط عليه امره. (۱)

(ہوسکتا ہے کہ کسی یہودی عورت (یا مرد) نے جہالت کی وجہ سے یہ کام کیا ہو اور اس کا خیال ہو کہ جادو جسم پر اثر انداز ہوتا ہے اس لئے نبی ﷺ پر جادو کر ڈالا ہو' تو اللہ نے اپنے نبی کو اس جگہ سے آگاہ کر دیا ہو جہاں اس نے جادو چھپایا تھا اور واضح کر دیا ہو کہ اس نے جو کچھ سوچا اور کیا تھا وہ محض اس کی جہالت تھی۔ یہ آگاہی آپ کو اس لئے بخشی گئی تا کہ یہ آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہو' نہ یہ کہ جادو نے آپ پر اثر کیا تھا اور آپ کی یادداشت کا معاملہ خلط ملط ہو گیا تھا۔)

علامہ جصاص کی بیان کردہ اس امکانی صورت کو پیشِ نظر رکھیں تو صورت حال کا ذہن میں جو خاکہ بنتا ہے اس کے مطابق اگر بخاری کی روایت سے جادو کے اثرات والا حصہ حذف کر دیا جائے تو باقی روایت بحیثیت مجموعی درست ہو جاتی ہے' البتہ رسول اللہ ﷺ کے بار بار دعا کرنے کا پسِ منظر وہ نہیں رہے گا جو روایت میں مذکور ہے بلکہ واقعہ یوں پیش آیا ہو گا کہ جب یہودی منافقین نے لبید کے پاس آکر اس کو جادو کرنے پر آمادہ کیا ہو گا تو جانِ دو عالم ﷺ کو بھی اطلاع ہو گئی ہو گی کہ منافقین کچھ گٹھ جوڑ کر رہے ہیں لیکن یہ پتہ نہ چل سکا ہو گا کہ انہوں نے کیا سازش تیار کی ہے اور لبید کا اس میں کیا کردار ہے۔ اس لئے آپ نے حقیقت سے آگاہی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کے مکالمے کے ذریعے آپ کو مطلع کر دیا ہو گا کہ لبید نے جادو کیا ہے اور فلاں کنویں میں دفن کیا ہے۔ رہا جادو کو کنویں سے نکالنے کا مسئلہ' تو اس بارے میں نہ فرشتوں نے کچھ کہا' نہ آپ نے نکلوایا' نہ نکلوانے کی ضرورت تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عافیت عطا فرما رکھی تھی کہ جادو ٹونے آپ پر اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے۔

(۱) احکام القرآن' ج ۱' ص ۴۹۔

اگر یہ واقعہ صرف اتنا ہی پیش آیا ہو تو اس سے شانِ نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا اس لئے اس حد تک مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے علاوہ باقی سب کہانیاں ہیں جو مختلف داستان طرازوں نے اپنے اپنے مفادات اور تخیلات کے مطابق تیار کی ہیں اور کہانیاں تو دوستو کہانیاں ہی ہوتی ہیں۔ ان پر عقائد کی بنیاد بہر حال نہیں رکھی جا سکتی۔ **ھذا ما عندی و اللہ اعلم بالصواب، والیہ المرجع والماب○**

آخر میں اہل علم سے گزارش ہے کہ اس تحقیق میں اگر کوئی غلطی، خامی یا جھول محسوس فرمائیں تو اپنے قیمتی اوقات میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر راقم کو ضرور آگاہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر اور جزائے خیر دے گا۔ والسلام

اللھم صل وسلم وبارک علیٰ سیدنا و مولانا محمد بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ○ برحمتک یا ارحم الراحمین○

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

ملتمس



بشکریہ !

محمد قمر الدین نورانی ہُرّیجز

الرضا لائبریری

بھائی پھیرو

03334391006